انجمن پنجاب اور اردو نثر

نسیمہ رحمٰن

Anjuman -i-Punjab has significant role in Jadeed Urdu poetry and prose , but the most critics expressed the services of Anjuman in poetry , especially in modern Nazm. In this article the role of Anjuman in development of prose has been thoroughly discussed.

۱۸۵۷ء کے بعد لاہور میں اردو زبان و ادب پر خاص توجہ ہوئی اس کے کچھ سیاسی، سماجی اور تعلیمی اسباب تھے۔ حکومتی عہدیداران جن کی زیادہ توجہ سماجی، انتظامی اور عسکری معاملات کی طرف تھی جبکہ علم و ادب میں ان کی دلچسپیاں سماجی زندگی اور تاریخ کی جانب تھیں۔ زبان و ادب اور تعلیم سے دلچسپی نظامتِ تعلیم کے حصہ میں آئی۔ چونکہ جنگ آزادی کے تباہ کن ہنگاموں کے باعث تمام ملک میں معاشرتی اور تعلیمی نظام کا شیرازہ منتشر ہو گیا تھا اور عوام الناس انگریزوں سے بدظن و بدگمان ہو چلے تھے اس لیے جیسے ہی انگریزوں نے اقتدار سنبھالا تو اس بگڑے نظام اور بدظنی و بدگمانی کی کیفیت کو دور کرنے کے لیے تمام ملک میں ''انجمن سازی'' کا سہارا لیا گیا تا کہ اطمینان سے حکومت کر سکیں۔ جس میں انہیں بے حد کامیابی بھی ہوئی۔ چنانچہ اول اول بنارس، لکھنؤ، شاہجہاں پور، بریلی اور کلکتہ میں اس قسم کی انجمنیں اور سبھائیں قائم ہوئیں۔

بنیادی طور پر ان انجمنوں کا مقصد مشرق و مغرب بالفاظ دیگر حاکم اور محکوم کے ذہن و فکر کے بعد کو کم کر کے ہم آہنگی پیدا کرنا تھا۔ انگریز سرکار کی ایماء پر لاہور شہر میں بھی ایک انجمن کا قیام عمل میں آیا جو ''انجمن پنجاب'' کے نام سے مشہور ہوئی یہ نہ صرف پنجاب میں بلکہ ہندوستان کی بھی بہت بڑی انجمن تھی۔ اردو نثر کے ارتقا میں تمام انجمنوں کے مقابلے میں اس انجمن کا کردار بنیادی اور زیادہ فعال رہا ہے۔ ''انجمن پنجاب'' ادبی دنیا میں عنوانی مشاعروں جدید اور شاعری کے حوالے سے جانی جاتی ہے لیکن یہاں پر ''انجمن پنجاب'' کے کردار کا احاطہ لاہور میں اردو نثر کے ارتقا میں مدد و معاون ہونے کے حوالے سے کیا جائے گا۔ جس کے علم و ادب پر دور رس اثرات مرتب ہوئے اور اس کی پیروی میں پنجاب کے دیگر شہراں دہلی، راولپنڈی، سیالکوٹ، حصار، امرتسر، گورداسپور اور گوجرانوالہ میں اسی طرز کی انجمنیں قائم ہوئیں۔

یہ خوش بختی بھی لاہور کے حصے میں آئی کہ یہاں سے ''انجمن پنجاب'' جیسی علمی، تعلیمی اور ادبی تحریک کا آغاز ہوا۔ جس نے انگریزوں کے ذہن میں موجود تعلیمی، سیاسی، سماجی، معاشرتی، انتظامی اور لسانی نظریات کو کما حقہ پورا کیا۔ اس کے لیے جو بنیادی نظریہ

اختیار کیا گیا وہ یہ تھا کہ مشرق ومغرب میں ہم آہنگی کے لیے مشرق کے تہذیبی وعلمی ورثے کو بنیاد قرار دے کر اس کی ترویج وترقی اور اشاعت کے ساتھ ساتھ مغربی علم وادب سے بھی استفادہ کیا جائے۔ ابتدا میں سرکاری ملازمین اور چند رؤسا کی سرپرستی میں یہ تعلیمی انجمن اپنی خام صورت میں ''سکشا سبھا'' کے نام سے وجود میں آئی۔ بدلے ہوئے حالات اور وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے جن بلند تر مقاصد کی ضرورت تھی ان کے لیے ''انجمن پنجاب'' کا قیام عمل میں آنا ناگزیر تھا۔ چنانچہ لاہور میں ۲۱ جنوری ۱۸۶۵ء کو ''سکشا سبھا'' ہی کے مکان پر ایک تاریخی جلسہ میں لاہور کے رؤسا اور علم دوست حضرات شریک ہوئے اور میر مجلس اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنڈت من پھول نے ''سکشا سبھا'' کے خاطر خواہ نتائج نہ دینے پر روشنی ڈالتے ہوئے اسے کثیر المقاصد بنانے کا عندیہ دیتے ہوئے کہا:

> ''اے صاحبان! ہم کئی برس سے اس فکر میں تھے کہ مثل کلکتہ ولکھنؤ وغیرہ اس شہر میں بھی جو دارالسلطنت پنجاب ہے۔ ایک مجلس، رئیساں نامی گرامی، عالم وفاضل شائق ہر علم وہنر کے لیی مقرر کی جائے کہ جس میں تنقیح مطالب مفیدہ پنجاب وترقی علم وہنر کے تحریراً وتقریراً عمل میں آکر بذریعہ چھاپہ منتشر ہوا کرے مگر یہ مطلب ہمارا بدون میسر ہونے ایک زبردست عالم وفاضل۔ وحید عصر کے اب تک حاصل نہیں ہو سکتا تھا''[۱]

اسی جلسہ میں پنڈت من پھول نے علم دوست مستشرق ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹر کا تعارف بھی کروایا جو کہ نئے نئے انگلستان سے لاہور میں گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل ہو کر آئے تھے اور اس انجمن کے محرک اور روح رواں تھے۔[۲] اسی نشست میں پنڈت من پھول کی تجویز پر اس انجمن کا نام ''انجمن اشاعت مطالب مفیدہ پنجاب'' رکھا گیا جس کے صدر کے طور پر ڈاکٹر لائٹر کو منتخب کیا گیا۔ سیکرٹری شعبہ فارسی کے لئے منشی ہرسکھ رائے (مہتمم اخبار ''کوہ نور'') اور سیکرٹری شعبہ انگریزی کے لیے بابو نوبین چندر رائے کا انتخاب عمل میں آیا۔[۳] جبکہ اراکین انجمن میں لاہور، امرتسر، سیالکوٹ، راولپنڈی، گجرات اور بنوں کی سرکاری، علمی اور سماجی شخصیات شامل تھیں۔

یوں ہندوستان کے ہر گوشے سے آنے والے مقامی اور غیر مقامی اہل قلم کی کوششوں سے لاہور کو مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی جو اب سے پہلے دہلی اور لکھنؤ کے لیے مخصوص تھی۔ یہاں لاہور سے نامزد اولین اراکین کے ناموں کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جنہوں نے انجمن کے جلسوں میں شریک ہو کر اس کے مقاصد کو کامیاب بنانے کی کوشش کی۔ ان میں مندرجہ ذیل حضرات شامل تھے۔

۱۔ ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹر، پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور

۲۔ دیوان بیج ناتھ، ای اے سی لاہور

۳۔ فقیر شمس الدین، آنریری مجسٹریٹ لاہور۔

۴۔ نواب عبدالمجید خان، آنریری مجسٹریٹ لاہور۔

۵۔ پنڈت موتی لال مترجم محکمہ لیفٹیننٹ گورنر پنجاب، لاہور

۶۔ ڈاکٹر رحیم خان اسسٹنٹ سول سرجن سپرینٹنڈنٹ میڈیکل کالج لاہور۔

۷۔ ڈاکٹر راما چرن بوس، اسسٹنٹ سول سرجن لاہور۔

۸۔ شیخ فیروز الدین، رئیس لاہور۔

۹۔ محمد برکت علی خان، تحصیلدار لاہور۔

۱۰۔ منشی رادھا کشن، رئیس لاہور۔

۱۱۔ مولوی کریم الدین، ڈپٹی انسپکٹر مدارس لاہور۔

۱۲۔ رائے سول سنگھ لاہور۔

۱۳۔ پنڈت رام دیا دہلوی لاہور۔

۱۴۔ مولوی محمد حسین، نائب سر رشتہ دار ڈائریکٹری پنجاب لاہور۔

۱۵۔ مولوی نیاز حسین، مدرس مدرس تعلیم المعلمین لاہور۔

۱۶۔ مولوی علمدار حسین، مدرس گورنمنٹ کالج لاہور۔

۱۷۔ بابو چندر ناتھ، کیوریٹر محکمہ ڈائریکٹری لاہور۔

۱۸۔ پنڈت امرناتھ، مترجم محکمہ جوڈیشل کمشنر پنجاب لاہور۔

۱۹۔ منشی ہر گوپال سہائے، سر رشتہ دار محکمہ فنانشل کمشنر پنجاب لاہور۔

۲۰۔ منشی ہر گوپال داس، سر رشتہ دار کمشنری لاہور۔

۲۱۔ بابو برج لعل، لالہ چتمن شاہ، پنڈت رادھا کشن، محمد علی اور جسونت رائے (طلبا میڈیکل کالج لاہور)۔[۵]

نیز اس جلسے میں پنڈت من پھول کی تجویز پر انجمن کے لیے ایک عمدہ قسم کے کتب خانہ کے قیام کا فیصلہ بھی ہوا۔ جس کا خیر مقدم کیا گیا۔ چنانچہ ڈاکٹر لائٹنر، پنڈت من پھول، منشی ہر سکھ رائے، پنڈت رادھا کشن، فقیر شمس الدین خان، پروفیسر ظہور الدین خان، اور اخبار لاہور کرانیکل نے ہفتے بھر کے اندر ایک ہزار اٹھاسی کتب عنایت کر دیں۔

انجمن پنجاب کے اغراض و مقاصد یہ طے پائے:

۱۔ ''قدیم مشرقی علوم کا احیاء اور لسانیات، بشریات، تاریخ اور ہندوستان اور ہمسایہ ملکوں کے آثار قدیمہ کے بارے میں تحقیقی کام کی حوصلہ افزائی۔

۲۔ دیسی زبانوں کے ذریعے عوام میں تعلیم کا فروغ

۳۔ صنعت اور تجارت کی ترقی

۴۔ معاشرتی، ادبی، سائنسی اور عام دلچسپی کے سیاسی مسائل پر تبادلہ خیال، حکومت کے تعمیری اقدامات کو مقبول بنانا، ملک میں وفاداری اور مشترکہ ریاست کی شہریت کے احساس کو فروغ دینا اور عوام الناس کی خواہشات اور مطالبات کے مطابق حکومت کو تجاویز پیش کرنا۔

۵۔ مفاد عامہ کے تمام اقدامات میں صوبے کے تعلیم یافتہ و با اثر طبقوں کو حکومت کے افسروں سے قریب تر لانا''۔[۶]

ہر چند کہ ''انجمن پنجاب'' کے اغراض ومقاصد علمی اورادبی سے زیادہ سماجی، سیاسی اور معاشی تھے لیکن ڈاکٹر لائٹر کے بقول ''انجمن کا اصلی مقصد یہ ہے کہ اس میں عام مفاد کے مضامین پڑھے جائیں اگر وہ ترویج کے لائق اور پسندیدہ ہوں تو انجمن کے رسالے میں شائع ہوں اور اگر وہ گورنمنٹ کی توجہ کے قابل ہوں تو گورنمنٹ کو بھیج دیے جائیں۔''[۷] انجمن نے جوں جوں ترقی کی توں توں اس کا لائحہ عمل اس بنیادی اور اصلی مقصد کے ساتھ وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ مثلاً

۱۔ ایک نمائندہ صوبائی کونسل کا قیام عمل میں آنا۔
۲۔ ایک دیسی سول سروس کی تشکیل اور اس کے امتحانات کے لیے طریقہ کار میں ترمیمات
۳۔ تعلیمی کانگریس کا قیام
۴۔ صحت وصفائی کے متعلق امور
۵۔ مختلف ادبی، سماجی اور سیاسی موضوعات پر متعدد پمفلٹ یا مضامین شائع کرنا۔
۶۔ زراعت کے متعلق مسائل۔
۷۔ ہندوستان بھر میں موجود سنسکرت اور عربی مخطوطات کی حرفی نقل اور ان پر تحقیقی کام اور تجاویز دینا۔
۸۔ لاہور میں صنعتی آرٹ کے سکول کی بنیاد رکھنے کی تحریک۔
۹۔ انسداد دختر کشی کے اور متعدد دیگر معاملات جن کے متعلق انجمن نے مؤثر تحریک چلائی۔

چنانچہ اس وسیع لائحہ عمل کو عملی صورت دینے کے لیے متعدد کمیٹیاں اور سوسائیٹیاں مثلاً اخبار کمیٹی، ادبی وسائنسی کمیٹی، قانونی کمیٹی، صفائی کمیٹی، صنعتی سوسائٹی، تعلیمی کمیٹی، شاعروں کے اجتماع کی کمیٹی (جس نے نئے طرز کے مشاعروں کی بنیاد ڈالی) وغیرہ بنائی گئیں۔ لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ ان مقاصد اور اقدامات کے تحت خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے اور حاکم اور محکوم کے درمیان اعتماد اور اتحاد کا رشتہ بحال ہوا۔ انجمن پنجاب صوبے بھر میں بیداری اور خود آگاہی پیدا کرنے اور جدید علوم کی ترویج میں بے حد مفید ثابت ہوئی۔ مثلاً ''انجمن پنجاب'' نے ملک کے مختلف حصوں میں مذکورہ بالا مقاصد کی حامل انجمنیں قائم کیں۔ مدرسے کھولے، ایک پبلک لائبریری، دارالمطالعہ اور لاء سکول قائم کیا۔ صنعتی نمائشوں کا اہتمام کیا۔ دیسی اور کلاسیکی زبانوں کے متعدد رسالے اور تراجم شائع کیے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے عملی طریقہ یہ اپنایا گیا کہ مترجموں، عالموں، لیڈیروں اور مؤلفوں کی نقد انعامات سے حوصلہ افزائی کی گئی۔ یہی وجہ تھی کہ انجمن پنجاب کے قیام کے دوسرے سال سے ہی تصنیف وتالیف کے سلسلہ کا آغاز کر دیا گیا۔ جس کا مقصد ملک کے لیے اردو، ہندی، سنسکرت، پنجابی اور عربی زبان میں مفید لٹریچر تیار کرانا تھا۔ چنانچہ آغا محمد باقر کے توسط سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے چار سالوں میں اردو نثر میں طب، تاریخ، گرامر اور فلسفہ اخلاقیات کی درج ذیل کتب منصۂ وجود پر آئیں جن میں ''عربی کی گرامر انگریزی اور اردو میں'' از ڈاکٹر لائٹر ''امراض الصبیان'' از ڈاکٹر رحیم خان ''ریاست راجپوتانہ اندور'' از پنڈت دھرم نارائن، ''تواریخ افغانستان'' از محمد حیات خان، ''جپ جی کا پرلا ارتھ'' از بابو نوبین چندر رائے''، ''مارل فلاسفی یعنی اخلاق'' از پنڈت بسنت رام شامل تھیں۔ نیز ممتاز علماء وفضلا سے عام دلچسپی کے موضوعات پر مسلسل لیکچروں کا اہتمام بھی کیا گیا اس کے لیے ہفتہ وار علمی مجالس کا انعقاد باقاعدگی سے ہونے لگا۔[۹]

جہاں علمی و ادبی موضوعات پر مضامین پڑھے جاتے اور ان پر بحث کی جاتی۔ ان مجالس میں طے پانے والے قواعد وضوابط میں چند ایک کا ذکر کرنا اس لیے ضروری ہے کہ ایک طرف اردو زبان و ادب کو پہنچنے والے فائدے کا اندازہ ہو اور دوسری طرف لاہور میں ''مجلسی تنقید'' کی روایت کے پروان چڑھنے کی فضا اور ماحول کو محسوس کیا جا سکے۔

۱۔ جب مضمون ختم ہو جائے صاحب صدر ارباب انجمن سے رائے دریافت کریں۔

۲۔ جب کوئی صاحب گفتگو کریں تو بلا روک یا علامت بے صبری ان کا بیان سننا چاہیے۔

۳۔ دیوان بیج ناتھ کی تجویز پر یہ طے پایا کہ تمام تقریریں دیسی زبان میں ہوں گی جبکہ انگریزی تقریر کا ترجمہ اسی وقت سنایا جائے گا۔

۴۔ انجمن کی تجاویز اور جلسوں میں پڑھے جانے والے مضامین رسالے کی صورت شائع ہوں گے۔ اس رسالے کا نام انجمن کے نام کی نسبت سے ''رسالہ انجمن اشاعت مطالب مفیدہ پنجاب'' ہو گا۔

ڈاکٹر صفیہ بانو کی کتاب ''انجمن پنجاب تاریخ و خدمات'' اور آغا محمد باقر کے مضمون ''مرحوم انجمن پنجاب'' کے توسط سے انجمن پنجاب کے جلسوں پر نگاہ ڈالیں تو اس میں پڑھے جانے والے اردو مضامین اور ان کی نوعیت کا پتہ چلتا ہے کہ پہلا جلسہ ۱۱ فروری ۱۸۶۵ء کو منعقد ہوا۔ جس میں لائٹر نے صحت و تندرستی کے متعلق ایک مضمون پڑھا جس کا ترجمہ سیکرٹری نے ہندی میں سنایا۔ جبکہ محمد حسین آزاد نے بابو شیاما چرن (ہیڈ کلرک محکمہ تعلیم) کا مضمون پڑھا جو 'حکما رواج دینے اور سکھلانے کے اخلاق' پر لکھا گیا تھا جو انجمن کے پلیٹ فارم پر اردو زبان میں پڑھا جانے والا پہلا مضمون بھی تھا۔

ایک مضمون بابو چندر ناتھ متر کا تھا جس کا موضوع عربوں اور ہندوستانیوں کی از منہ قدیم میں سائنس کی ترقی تھا اور اس کا نفس مضمون یہ تھا کہ اہل ہند اور عرب نے کس کس علم میں ترقی کی اور تنزل کیونکر ہوا؟ اور اب ترقی کی امید کیونکر ہو سکتی ہے؟ بالفاظ دیگر اہل مشرق کے علمی انحطاط کے اسباب و علل پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے ان کے تدارک کی تدابیر بیان کی گئیں۔ یہ علمی مضمون ''رسالہ انجمن پنجاب'' فروری مارچ ۱۸۶۵ء کے شمارہ اول میں شائع ہوا۔ ایک مضمون محمد حسین آزاد نے اسلامی اور انگریزی حکومت کے تقابل کے موضوع پر پڑھا جبکہ پنڈت من پھول نے اپنے مضمون میں کثرت ازدواج کی خرابیاں بیان کیں۔ اس کے علاوہ اس جلسے میں ایک مضمون مولوی عزیز الدین نے بھی پڑھا۔

۱۷ فروری ۱۸۶۵ء کے جلسے میں محمد حسین آزاد نے 'فراخی شہر و اصلاح مکانات'' پیش کیا۔ ۲۴ فروری ۱۸۶۵ء کے جلسہ میں جو اردو مضامین پڑھے گئے ان میں اردو کو عربی و فارسی الفاظ کی تخفیف سے سہل بنایا جائے، ہندی کو مثل اردو رواج دیا جائے نیز آزاد نے صنعت و تجارت کے فروغ پر مضمون پڑھا۔ ۳ مارچ ۱۸۶۵ء کے اجلاس میں عربی، فارسی، سنسکرت، اردو اور ہندی زبانوں کے فروغ کے لیے کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔ اردو زبان کی کمیٹی کے اراکین میں دیوان بیج ناتھ (سپرنٹنڈنٹ) پنڈت سورج بھان و جمنا پرشاد (سیکریٹری) جبکہ پنڈت من پھول، منشی جیسی رام، منشی ہرسکھ رائے، رائے سول سنگھ، فقیر سید شمس الدین خان، ڈاکٹر رحیم خان، محمد برکت علی اور مولوی علمدار حسین ممبران میں شامل تھے۔ ۱۹ مارچ ۱۸۶۵ء کے جلسہ میں مولوی کریم الدین (انسپکٹر مدارس لاہور) اور پیارے لال آشوب نے

ڈائریکٹر بہادر کی کتاب ''تواریخ المصطفیٰ'' کومعتبر مان کر اس کی روشنی میں اورنگ زیب کے سوانح پر تنقید کی۔۲۲ مارچ ۱۸۶۵ء کے اجلاس میں اردو زبان پر لسانی بحث ومباحثہ کیا گیا۔۲۴ مارچ ۱۸۶۵ء کے جلسہ میں مسٹر کوپر (کمشنر لاہور) نے انجمن پنجاب کو انعامی مقابلہ کا پیغام دیا کہ جو کوئی ''احسن طریقہ تعلیم ملک پنجاب'' کے عنوان سے اچھا مضمون لکھے گا پچاس روپے انعام پائے گا۔ اسی نشست میں پنڈت سوتی لعل نے ''تواریخ المصطفیٰ'' سے ترجمہ ''خصلت اورنگ زیب بادشاہ کا'' تاریخ واقعات ہند کے لیے پیش کیا گیا۔ جسے بہت پسند کیا گیا۔ ۳۱ مارچ ۱۸۶۵ء کے جلسہ میں انجمن کا اپنا ترجمان رسالہ ''رسالہ انجمن اشاعت مطالب مفیدہ'' جاری کیا گیا اور مختصر نام رسالہ انجمن پنجاب رکھا گیا۔ جس میں انجمن کے جلسوں کی کارروائیاں اور مضامین طبع ہو کر عوام تک پہنچ سکیں۔ اس رسالے نے عوام میں علمی و ادبی ذوق کو پروان چڑھایا اور مضمون نگاری کی روایت کو فروغ دیا۔ رسالہ انجمن کی کمیٹی میں ڈاکٹر لائٹر، پنڈت من پھول، منشی ہرسکھ رائے، بابو نوبین چندر، رائے سول سنگھ اور بابو چندرناتھ شامل تھے۔

۱۷ اپریل ۱۸۶۵ء کے جلسہ میں پنڈت من پھول نے مروجہ تعلیم کے خلاف ایک مضمون پڑھا جس میں دفتروں میں کلرکوں کو از سر نو تعلیم دینے پر زور دیا جبکہ پنڈت من پھول کا دوسرا مضمون اصلاحی طرز کا تھا جس میں ہندوؤں میں شادی بیاہ کے موقع پر آپس میں گالم گلوچ کی رسم بد کی مذمت اور اس کے خاتمہ پر زور دیا۔ آخری مضمون محمد حسین آزاد نے ''ہندوستان کی ترقی وتجارت'' پر پڑھا۔ ۲۹ اپریل ۱۸۶۵ء کے جلسہ میں مضمون ''نقص طریقہ تعلیم انگریزی در مدرسہ جات سرکاری'' پنڈت من پھول نے پڑھا اور طریقہ انگریزی تعلیم کے نقائص بیان کیے۔ اس کے بعد محمد حسین آزاد نے ایک مضمون درباب راہ و رسم سابق فی مابین ہندو و اہل اسلام وطریقہ فی مابین اہل ہند و اہل انگلینڈ'' پڑھا جسے بہت پسند کیا گیا۔ ۱۵ ستمبر ۱۸۶۵ء کے جلسہ عام میں ایک مضمون ''زیادتی دروغ گوئی'' پڑھا گیا جبکہ دوسرا مضمون ''پنچائیت کی ضرورت'' پنڈت رادھا کشن کا تھا۔ اس موضوع سے متعلق ایک مضمون حکیم دیوان چند نے بھی لکھا۔ ۱۵/۱۶ مئی ۱۸۶۶ء کے جلسوں میں منشی ہرسکھ رائے نے بالترتیب یہ مضمون پڑھے ''انجمن احسن تدبیر انتظام دوا فروشی'' اور ''تدبیر احسن ترقی صحت نفسانی''۔ ۱۶ جولائی ۱۸۶۶ء کو انجمن کے جلسہ میں منشی ہرسکھ رائے نے اپنی کتاب ''مجموعہ سوار قوانین امتحان تحصیلداران'' پیش کی تا کہ اسے تحصیلداروں کے نصاب میں شامل کیا جا سکے۔

یکم اگست ۱۸۶۶ء کے جلسہ میں یہ طے پایا کہ انگریزی رسالہ ''آرٹیکل'' منگوا کر اس میں سے عمدہ اور کارآمد مضامین رسالہ انجمن پنجاب میں شائع کیے جائیں۔ ۷ دسمبر ۱۸۶۷ء کو انجمن کا جلسہ ڈاکٹر لائٹر کی زیر صدارت ہوا۔ معمول کی کارروائی کے بعد فقیر سید جمال الدین نائب میر منشی گورنمنٹ پنجاب نے ''ترجمہ الفاظ واصطلاحات علم ریاضی وغیرہ'' پڑھا۔ جس پر رائے دیتے ہوئے سب نے اسے پسند کیا۔ اسی نشست میں مولوی محمد حسین نے بھی دو مضمون پیش کیے جس میں سے ایک کا عنوان ''ترقی کتب خانہ انجمن'' پر تھا جسے سب نے نہ صرف پسند کیا بلکہ اسے انجمن کے رسالہ میں چھاپنے کی بھی تجویز دی گئی۔ ۴ اپریل ۱۸۶۹ء کے جلسہ میں رشوت ستانی کے انسداد سے متعلق ایک مضمون اٹل چند (اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر) نے پڑھا۔ ''رپورٹ انجمن پنجاب'' سے معلوم ہوتا ہے کہ ''انجمن کی تعلیمی کمیٹی نے تراجم اور علمی و ادبی مضامین لکھوانے کے لیے بہترین مضمون نگار کے لیے انعام کا اعلان بھی کیا:

''۱۸۶۹ء میں دختر کشی کے اسباب اور انسداد پر مضامین لکھے جانے کا اعلان کیا گیا۔ کل تین

> مضامین موصول ہوئے ان کو انجمن کی سب کمیٹی نے جس میں مولوی علمدار حسین، بابو نوبین چندر رائے و بابو چندر ناتھ شامل تھے۔ ملاحظہ کیا اور اپنی رائے سے انجمن کو آگاہ کیا۔ اس کے موافق انجمن نے صاحبان ذیل کے مضامین قابل انعام قرار دیئے۔ (۱) مولوی محمد حسین (۲) پنڈت دھرم نارائن (۳) سید مہدی حسن۔"[۱۱]

''انجمن پنجاب'' کے ان چند جلسوں میں پڑھے جانے والے مضامین کے عنوانات کے سرسری جائزہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ انجمن میں پڑھے جانے والے ان مضامین کا مقصد اخلاق کی تہذیب، مروجہ رسوم قبیحہ کی مذمت کرنا، اور علم وفنون کے حصول کی ترغیب دلانا تھا۔ بالفاظ دیگر اردو نثر میں سب سے پہلے ایسے عنوانات کا انتخاب کیا گیا جن کا تعلق مذہب، اخلاق اور تہذیب سے تھا۔ یوں ۱۸۶۵ء سے ہی انجمن کے پلیٹ فارم سے مختلف علوم پر عمدہ مضامین لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ نیز یہ انجمن کے جلسے ہی تھے جن کے ذریعے عوام کی رائے دریافت کی اور ان کی فلاح و بہبود کی طرف توجہ دی گئی۔[۱۲] ''انجمن پنجاب'' کے فعال کردار کے حوالے سے پنڈت شیو ناتھ نارائن معتمد ''انجمن تہذیب لکھنؤ'' نے ۱۸۷۱ء میں انجمن کے ایک خاص جلسہ میں ''انجمن پنجاب'' کی بابت اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا جو اخبار انجمن پنجاب ۲۹ دسمبر ۱۸۷۱ء میں چھپی۔

> ''اس انجمن کی مساعی سے بہت سے اہم نتائج برآمد ہوئے ہیں اور اس کے ذریعے سے ترقی کی متعدد راہیں کھل گئی ہیں یہ انجمن دوسری انجمنوں کے لیے ایک نمونہ ہے اور رہنما کا کام دے سکتی ہے۔۔۔ اگرچہ اس انجمن کے پیش نظر خالص علمی مقاصد ہیں لیکن وہ اقتصادی اور معاشرتی مسائل سے بھی دلچسپی رکھتی ہے۔ اور ان کے متعلق اپنی رائے سے کھلم کھلا حکومت ہند اور خاص کر حکومت پنجاب کو مطلع کرتی رہتی ہے۔ یہ انجمن خاص طور پر محکمہ تعلیمات کی تعلیم عامہ پر نظر رکھتی اور وقتاً فوقتاً اسے اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہتی ہے۔"[۱۳]

انجمن پنجاب کی اہمیت بدستور قائم رہی۔ چنانچہ ہمیں ۱۸۶۸ء کی رپورٹ کے مطابق انجمن کے عہدیداران اور اراکین میں درج ذیل اصحاب کے نام دکھائی دیتے ہیں۔

۱۔ جناب ڈونالڈ میکلوڈ صاحب بہادر سی ایس آئی لیفٹیننٹ گورنر بہادر ممالک پنجاب لاہور (پیٹرن)

۲۔ ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹنر، پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور (صدر انجمن)

۳۔ ہیڈن پول صاحب بہادر جج عدالت خفیفہ لاہور (نائب صدر)

۴۔ فقیر سید جلال الدین، بابو نوبین چندر رائے (معتمد اعزازی)

۵۔ مولوی محمد حسین آزاد (معتمد اعلیٰ)

۶۔ شیخ نظام الدین (منشی)

۷۔ شیخ کرم الٰہی (اکاؤنٹنٹ و لائبریرین)

۸۔ لالہ گوبند رام خزانچی تحصیل لاہور (تحویلدار خزانہ)[14]

ان عہدیداران کے علاوہ اراکین میں ۴۸ انگریز، ۱۱ نواب اور رئیس، لاہور سے ۹۶ احباب کے علاوہ ۴۱ طلباء جبکہ ملک بھر سے ۱۲۳ افراد شامل تھے۔ ۱۸۶۶ تا ۱۸۶۸ء کی رپورٹ کے مطابق انجمن پنجاب کی کارکردگی کا اندازہ اس اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے۔

> ''نصابی کتب کی فراہمی کے لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ ادبی و معاشرتی مسائل پر کتابیں لکھوائی گئیں اور ایک ذیلی کمیٹی بنائی گئی جو مولوی علمدار حسین، بابو نوبین چندر رائے، بابو چندر ناتھ پر مشتمل تھی اور اس طرح تقریباً ۳۶۰ مضامین اور کتابیں تیار کی گئیں۔ یہ مضامین اور طویل مقالے حسب ضرورت انجمن پنجاب کے رسالے میں قسط وار شائع ہوتے تھے''[15]

''انجمن پنجاب'' نے تنقیدی آراء میں بھی بہت جلد اپنا معتبر مقام بنا لیا تھا اس کا اندازہ ان اردو فارسی کتب اور مضامین سے ہوتا ہے جو ۱۸۶۶ تا ۱۸۶۸ء گورنمنٹ اور ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن اور دیگر مصنفین کی جانب سے رائے طلبی اور منظوری کے لیے انجمن کے پاس آئیں۔ ذیل میں اردو کتب اور مضامین اور ان پر دی گئی آراء اور صادر کیے گئے صائب فیصلے ملاحظہ ہوں۔

نام کتاب	نام مصنف	نام صاحب رائے	خلاصہ رائے
کتاب اخلاق	منشی محمد علی	رائے کمیٹی	پسند ہوئی
صرف ونحو اردو	سید مہدی حسن	فقیر سید جمال الدین	پسند ہوئی
مذ رآ قا	مولوی الفت حسین آمدہ محکمہ ڈائریکٹری	مولوی محمد حسین	پسند ہوئی
اشارات التعلیم	محکمہ ڈائریکٹری	مولوی علمدار حسین	قابل دستور العمل معلمان ہے پسند ہوا۔
مضمون مولوی محمد حسین در جواب و سوالات نقص ہائے ریلوے	آمدہ محکمہ گورنری	ارباب کمیٹی	پسند ہوا
عجائب وغرائب[16]	محمد سرفراز خان سررشتہ نہر جمن غربی آمدہ محکمہ گورنری پنجاب	صاحب سیکرٹری	بخوبی صحت اس کی نہیں اور قابل ترویج اطفال نہیں ہے
گلزار ہندی	رائے کنہیا لال، آمدہ محکمہ ڈائریکٹری پنجاب	مولوی محمد حسین سیکرٹری	پسند ہوا
روبکار ضلع لاہور	درباب انتظام جائز ی لوگوں کے آمدہ محکمہ ڈائریکٹری	مولوی محمد حسینی سیکرٹری	پسند ہوا

قواعد اردو	آمدہ محکمہ ڈائریکٹری	مولوی محمد حسینی سیکرٹری	بعض بعض جگہ نقص ہیں۔
رسالہ کلاں قواعد اردو	آمدہ محکمہ ڈائریکٹری	مولوی محمد حسینی سیکرٹری	بعض بعض جگہ نقص ہیں۔
منتخبات اردو	آمدہ محکمہ ڈائریکٹری	مولوی محمد حسینی سیکرٹری	پسند ہوئی۔
گلشن اخلاق	منشی بھولا ناتھ۔میرٹھ	مولوی علمدار حسین	پسند ہوئی۔
اخلاق بہادری	منشی بہادر سنگھ فیروز پوراز محکمہ ڈائریکٹری	مولوی محمد حسین	پسند ہوا۔
تزکیۃ الاخلاق	رحیم بخش مدرس دہلی آمدہ ڈائریکٹری	مولوی علمدار حسین	عبارت اچھی نہیں ہے۔

[۱۷]

''انجمن پنجاب'' کے زیر اہتمام ہونے والے لیکچروں سے بھی اردو نثر میں تنقیدی، لسانی، تاریخی موضوعات کو سمونے کے لیے نئے اسالیب بیان میسر آئے۔ چنانچہ ''انجمن پنجاب'' کے تحت طلباء اور رفاہ عام کے لیے جن لیکچروں کا انتظام کیا گیا ان کی وجہ سے لاہور میں اردو نثر کے ارتقا کا عمل کامیابی سے جاری وساری رہا اور یہ لیکچر اردو نثر کے لیے نہایت سودمند ثابت ہوئے۔ آغا محمد باقر کے مطابق اس سلسلہ میں پہلا لیکچر خود صدر ''انجمن پنجاب'' ڈاکٹر لائٹنر نے ''عادات باشندگان ترکستان'' کے موضوع پر دیا۔ مسٹر اسٹن نے دس لیکچر دیئے جن میں سے پہلے چار کا موضوع کرہ ارض تھا۔ دوسرے چار آئرلینڈ، انگلینڈ، سکاٹ لینڈ و ویلز کے جغرافیائی اور تاریخی حالات پر مبنی تھے۔ نواں لیکچر ''احسن طریقہ تعلیم وترقی علم'' جبکہ دسواں ''لیکچر تمام دنیا کا مختصر حال'' پر دیا گیا۔ لیکچر کے اس سلسلہ کو جاری رکھنے اور اسے زیادہ منظم بنانے کے لیے محمد حسین آزاد جیسے لائق اور قابل شخص کا تقرر ۵۰ روپے مشاہرہ پر عمل میں لایا گیا۔ اس کے لیے ''کوہ نور'' اخبار میں اشتہار دیا گیا اور لیکچرار کے فرائض اور قابلیت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا کہ ''مضمون علمی بعبارت دلچسپ اردو میں لکھے اور پڑھ کر انجمن میں سنایا کرے اور باشندگان لاہور کو ترغیب دیا کرے اور انگریزی زبان سے آگاہ ہو''[۱۸] یہ عبارت اس بات کا ثبوت ہے کہ ان لیکچرز نے نہ صرف اردو نثر کو نکھارا بلکہ یہ انگریزی خیالات سے اخذ واستفادہ کرتے ہوئے اردو نثر کو جدید خیالات سے بھی روشناس کرانے کا سبب بنے۔

مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں ۱۸۶۷ء میں محمد حسین آزاد کا باقاعدہ تقرر اس بات کی دلیل ہے کہ آزاد انگریزی زبان سے اچھی طرح واقف تھے۔ محمد حسین آزاد نے علم وادب، زبان، فلسفہ، تنقید، سوانح اور سائنس کے موضوع پر جو لیکچر دیئے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ سب سے پہلا لیکچر زبان اردو اور اس کی نشوونما کے موضوع پر بعنوان ''لیکچر درباب اصلیت زبان اردو کی'' تھا اس میں اردو زبان کے آغاز اور اس کے اجمالی ارتقا کے ساتھ اردو نثر اور شاعری کے تغیرات کا احوال بیان کیا ہے۔ یوں ادبی لسانی مباحث کا باقاعدہ آغاز محمد حسین آزاد کے اس مضمون ہی سے ہوتا ہے۔[۱۹]

۲۔ کلام قواعد اردو

۳۔ ''نظم اور کلام موزوں کے باب میں خیالات'' (اردو زبان و ادب اور لاہور میں اردو شعری تنقید کی خشت اول)

۴۔ خمس ولی اللہ موحد شاعری اردو

۵۔ احوال بوعلی سینا

۶۔ حال شاہ ہدایت شاعر

۷۔ ''شاہ حاتم''

۸۔ افادات ملک الشعراء خاقانی ہند شیخ ابراہیم ذوق۔

۹۔ درہم، دینار، روپیہ، اشرفی اور دیگر سکوں پر لیکچر

۱۰۔ زبان سلف میں ہند و عرب و فارس میں اہل فضل نے علوم و فنون میں کس طرح ترقی کی اسے ''لیکچر درباب طرز انشاء فارسی و اردو مروجہ'' میں بیان کیا۔

۱۱۔ مسائل فلسفہ تحقیقی و صحیح کیونکر حاصل ہوتے ہیں؟ اور کیا سبب ہوا کہ کتب عربیہ اور فارسیہ کے مصنف اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے میں جا پڑے۔

۱۲۔ تفصیل خواص ذاتیہ اجسام معہ بعض اقوال اختلافی فلاسفۂ عرب و مسائل علمی طبعی۔

۱۳۔ کشش ارضی و جذب مرکزی، تفصیل و تمثیل اس امر کی کہ کوئی چیز اوپر سے نیچے کیوں گرتی ہے؟ ۴۹

طبعی و سائنسی موضوعات پر یہی لیکچرز کو عملی تجربات کے ساتھ بیان کیا جاتا۔ جو بعد ازاں ''رسالہ انجمن پنجاب'' میں معہ آلات و تصاویر کے شائع کیے جاتے۔ محمد حسین آزاد نے یوں تو ''انجمن پنجاب'' کے جلسوں میں مغربی خیالات سے متاثر ہو کر شاعری کے نئے تصورات پر متعدد لیکچر دیے لیکن ۱۵ اگست ۱۸۶۷ء کو جو لیکچر ''نظم اور کلام موزوں کے باب میں خیالات'' دیا۔ بلاشبہ جدید ادبی تنقید کا نقطہ آغاز ہے با لفاظ دیگر صحیح معنوں میں اردو شاعری کی باقاعدہ تنقید کی داغ بیل اسی لیکچر سے ہوئی اور جس کی ابتدا لاہور کی اس انجمن کے پلیٹ فارم سے ہوئی۔ اس اعتبار سے یہ لیکچر نہ صرف اہم ہے بلکہ تاریخی حیثیت کا حامل بھی ہے۔ مذکورہ لیکچر میں نئی صورتحال کے پیش نظر اپنے ادب کو نئے تصورات سے مالا مال کرنے کی خواہش کا اظہار کیا گیا اور قدیم اردو شاعری کی خامیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے شاعری میں حقیقت اور اصلیت سے کام لینے پر زور دیا گیا۔ انہی خیالات کا نقش دوم ۱۹ اپریل ۱۸۷۴ء کے لیکچر میں نظر آتا ہے جس میں ایک مثنوی ''موسوم بہ شب قدر'' پیش کی گئی۔

محمد حسین آزاد نے پہلی بار اُردو شاعری کو قدیم روایتی اور عاشقانہ فضا سے نکال کر اسے نئے موضوعات کی طرف متوجہ کیا۔ شاعری کی ماہیت، نوعیت، موضوع، ابلاغ، اثر آفرینی؛ شاعری اور دوسرے فنون لطیفہ کے درمیان تعلق اور فرق؛ شاعر کے کردار اور شاعر کی مقصود و غایت جیسے بنیادی مباحث کا باقاعدہ آغاز کیا۔ آزاد کے تنقیدی خیالات کے مطابق شاعری اپنی ماہیت کے لحاظ سے ودیعت خداوندی ہے جو انسانی صلاحیتوں میں اعلیٰ ترین صلاحیت بھی ہے۔ شاعر اور اس کے کلام کے حوالے سے اپنا نظریہ شاعری بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''شعر سے وہ کلام مراد ہے جو جوش و خروش خیالات سنجیدہ سے پیدا ہوا ہے اور اسے قوت قدسیہ الٰہی سے ایک سلسلہ

خاص ہے۔ خیالات جوں جوں بلند ہوتے جاتے ہیں مرتبہ شاعری کو پہنچتے جاتے ہیں۔''[41] نیز تخلیق شعر کے لیے جنوں کو بھی لازمہ شاعری قرار دیتے ہیں:

''جنون بھی ایک طرح لازمۂ شاعری ہے۔ بعض محققوں کا قول ہے کہ دیوانہ و عاشق اور شاعر کے خیالات بعض بعض مقامات پر متحد ہو جاتے ہیں شاعر کو لازم ہے کہ سب طرف سے مطمئن اور سب خیالات سے منقطع ہو کر اسی کام میں متوجہ اور غرق ہو جائے اور یہ بات سوائے مجنوں کے یا عاشق کے کہ وہ برادر مجازی اس کا ہے۔ ہر ایک شخص سے نہیں ہو سکتی''[42]

شاعری میں قافیے اور موزونیت کے بجائے اثر آفرینی پر زور دیتے ہوئے اثر آفرینی پیدا ہونے کا سبب الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ ''جب انسان کے دل میں قوت گویائی اور جوشش مضمون مجتمع ہوتے ہیں تو طبیعت سے خود بخود کلام موزوں پیدا ہوتا ہے ظاہر ہے کہ جس قدر ایسی قوت کا جوش و خروش زیادہ ہوگا اسی قدر کلام پر تاثیر ہوگا''[43] محمد حسین آزاد کے نزدیک یہی اثر آفرینی شعری ابلاغ کا باعث بنتی ہے جو اسے دیگر فنون لطیفہ کی بہ نسبت زیادہ وسعت سے ہمکنار کرتی ہے اس کے لیے آزاد نے مصوری کی مثال لے کر شاعری کی برتری کو ان الفاظ میں ثابت کیا ہے:

''کوئی مضمون، کوئی مطلب کوئی خیال جو انسان کے دل میں آئے یا مخاطب کو سمجھانا چاہیے تو متکلم سے نقش مدعا کو رنگ تقریر میں لانا ہے تا کہ ظاہر ہو۔ پس شاعر گویا ایک مصور ہے لیکن نہ وہ مصور کو خرد اشتر، درخت و پتھر کی تصویر کاغذ پر کھینچے بلکہ وہ ایسا مصور ہے کہ معنی کی تصویر صفحۂ دل پر کھینچتا ہے اور بسا اوقات اپنی رنگینی فصاحت سے عکس نقش کو اصل سے بھی زیادہ زیبائش دیتا ہے وہ اشیاء جن کی تصویر مصور نہ کھینچے یہ زبان سے کھینچ دیتا ہے۔''[44]

یہی وہ شعری و تنقیدی نظریات ہیں جن کے ذریعے آزاد نے اس عہد کی کلاسیکی شاعری کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ جس سے وہ رومانیت کے اولین نقیب قرار پاتے ہیں تو ساتھ ہی یہ کہہ کر کہ ''لیکن باوجود اس کے بھی جو لوگ طبع موزوں رکھتے ہیں اگر زور طبیعت کو علوم اور تواریخ قصص میں صرف کریں تو فائدہ کسب دنیاوی بھی خاطر خواہ دیوے''[45] ترقی پسندانہ حقائق کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کرتے۔ یہ انجمن پنجاب ہی کی مرہون منت تھا کہ محمد حسین آزاد کے شعری و تنقیدی نظریات کی تشکیل ہوئی۔ جہاں حال کے شعری نظریات کا بھی ہیولا تیار ہوا۔ جو آگے چل کر مقدمہ شعر و شاعری (۱۸۹۳ء) از الطاف حسین حالی کی صورت میں منظم اور مربوط انداز میں صورت پذیر ہوا۔ چنانچہ زمانی اور فکری لحاظ سے محمد حسین آزاد کو حالی پر فوقیت حاصل ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے بدلتے حالات اور تقاضوں کے پیش نظر شعر و ادب کو سماجی زندگی سے ہم آہنگ کیا۔

محمد حسین آزاد نے زبان و ادب کے حوالے سے جو لیکچر دیئے اردو ادبی نثر کو ان سے بے حد فائدہ ہوا۔ آزاد کی معرکۃ آراء تصنیف ''آب حیات'' (۱۸۸۰ء) کے معتد بہ حصے ان لیکچرز ہی کے حوالے سے وجود میں آئے۔ آزاد کی وہ تجویز جو انہوں نے ۱۰ جولائی ۱۸۶۵ء کے جلسہ خاص میں دی تھی کہ ''ہفتے میں شنبہ کے دن شام کے وقت مکان سکشا سبھا میں شائقین کا ایک جلسہ ہوا کرے اور اس میں

شعراءِ سلف کا تذکرہ ہوا کرے''[۲۶] کو عملی شکل آبِ حیات کی صورت میں ''انجمن پنجاب'' ہی نے دی۔ جس میں اردو زبان کی تاریخ بیان کر کے لسانی تحقیق کا در وا کیا۔ نیز عہد بہ عہد اردو شاعری کی نشوونما اور ارتقائی مراحل کے حوالے سے شعراء کی انفرادی ادبی خدمات بیان کر کے تاثراتی تنقید کا آغاز کیا۔ ''انجمن پنجاب'' کے یہ لیکچر ہی تھے جس سے محمد حسین آزاد کے زبان و ادب سے لگاؤ کو نکھار ملا اور ان کی بدولت اردو نثر کی قابلِ قدر ترقی ہوئی۔ محمد حسین آزاد کے بعد منشی کرم الٰہی نے اس عہدے پر فائز ہو کر درج ذیل موضوعات پر لیکچر دیے:

(۱) فضیلتِ علم (۲) اثبات واجب الوجود (۳) پیدائش حیوانات

(۴) نباتات و معدنیات سے صفاتِ خدائے تعالیٰ کا مدلل اثبات (۵) تربیت اطفال

(۶) ورزش بدنی (۷) قبائل مسکرات (۸) نتائج مسکرات

(۹) فوائد علم التواریخ[۲۷]

ان لیکچرز کی صورت میں اردو نثر میں موضوع اور اسلوب کے حوالے سے بڑے کامیاب تجربے کیے گئے جس سے اردو زبان میں ایک مکمل ادبی زبان بننے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔ پھر جب اورینٹل کالج یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا تو ایسے مضامین اور لیکچر جو نصاب سے متعلق ہوتے انھیں کمیٹی منظور کر کے کالج یونیورسٹی کے لیے کتابی شکل میں شائع کر دیتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آبِ حیات کے بیشتر حصے، نیرنگِ خیال کے انشائیہ نما مضامین اور سخندانِ فارس بھی انھیں لیکچرز کا نتیجہ ہیں جو اورینٹل کالج یونیورسٹی میں نصاب کے طور پر شامل رہیں۔ ڈاکٹر صفیہ بانو کے بقول دیگر حضرات نے درج ذیل کتب اور لیکچر انجمن پنجاب کی اس تحریک کے تحت تیار کیے۔

''(۱) اردو گرامر ''تحفۂ چشتی از نور محمد (۲) قواعد المبتدی (اردو زبان کی صرف و نحو) از مولوی کریم الدین ۱۲۳ صفحات (۳) انشائے اردو (کتابی شکل میں) (۴) تسہیل الکلام مؤلفہ کپتان ہالرائیڈ ایک ۱۱۰ صفحات (۵) شارع تعلیم (اس میں پرانے طرز تعلیم کے نقائص بیان کیے گئے ہیں اور نئی تعلیم پر آمادہ کیا گیا ہے) حسب الحکم کپتان فلر (۶) مفید الصبیان یعنی خرد افروز حسب الحکم کپتان فلر (۳۵۰ صفحات) (۷) فرہنگ لغات مستعملہ عدالت ہائے گورنمنٹ (کتابی شکل میں) (۸) گرامر بزبان اردو از محمد علی صاحب (۹) شرح الحکمت از الطاف حسین حالی، (۱۰) گرامر بزبان اردو از مولوی محمد علی (۱۱) صرف و نحو از مولوی عبداللہ (۱۲) اشاعت علوم (املاء کے غلط لفظوں کی تصحیح) از نا معلوم (۱۳) نظم کا تاریخی مضمون موسوم بہ حقیقت سخن از سیف الحق ادیب دیباچہ یادگار سخن (۱۴) تواریخ ایام جہالت اردو از مولوی محمد دین (۱۵) ترجمہ ہدایت البلاغت از سید چراغ علی شاہ (۱۶) کچھ حصہ ٹیلر صاحب کی قدیم تاریخ اردو کا (۱۷) سراج الہدایت (لڑکیوں کے تعلیمی نصاب سے متعلق) از سراج بیگم صاحبہ''[۲۸]

مقالہ نگار، ڈاکٹر صفیہ بانو کی پیش کی گئی اس فہرست سے متفق نہیں کیونکہ مقالہ نگار کا استدلال ہے کہ ان میں سے پہلی چھ کتب انجمن پنجاب کی تحریک کے تحت تیار نہیں کی گئی تھیں کیونکہ ''تحفۂ چشتی'' از مولوی نور احمد چشتی ۱۸۵۴ء میں ''انشائے اُردو'' بھی مولوی کریم

الدین کی تصنیف تھی جو ۱۹۶۳ء میں جبکہ ''تسہیل الکلام'' ۱۸۶۱ء میں ''شارع التعلیم'' ۱۸۶۱ء میں اور مفید الصبیان ۱۸۶۲ء میں تصنیف ہو کر شائع ہو چکی تھیں۔ البتہ دیگر بقیہ تحریریں ''انجمن پنجاب'' کی تحریک کے دوران اس عہد کے ادبی منظر نامے پر نمودار ہوئیں۔ مقالہ نگار کی تحقیق کے مطابق ''فرہنگ لغات مستعملہ عدالت ہائے گورنمنٹ'' از ڈپٹی غلام نبی خان انجمن قصور کے ''رسالہ'' میں بالاقساط جولائی اگست ۱۸۷۴ء تا اکتوبر ۱۸۷۶ء تک شائع ہوئی۔ الطاف حسین حالی کی ''شرح الحکمت'' بھی دو اقساط میں نومبر ۱۸۷۴ء اور دسمبر ۱۸۷۴ء کے ''رسالہ'' میں چھپی۔ جبکہ نظم کا تاریخی مضمون موسوم بہ حقیقت سخن از سیف الحق ادیب دیباچہ یادگار سخن، جولائی اگست ۱۸۷۴ء میں ''رسالہ'' میں شائع ہوا۔

انجمن پنجاب نے تعلیمی سیاسی، سماجی اور لسانی سطح پر اپنے ارتقائی سفر کو کامیابی سے جاری رکھا۔ اس کا اندازہ ۸۲-۱۸۸۱ء کی رپورٹ سے ہوتا ہے کہ جہاں ہندوستان بھر سے اس کے اراکین میں اضافہ ہوا وہیں پر لاہور کی بہت سی شخصیات کے نام اس لحاظ سے اہمیت کے حامل ہیں کہ انہوں نے لاہور میں علم و ادب کی فضا کو نہ صرف سازگار رہنے دیا بلکہ ۱۸۵۷ء کے بعد اس شہر کو مرکز کے طور پر تقویت دی۔ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے اگر یہ علم دوست احباب نہ ہوتے تو علمی و ادبی ترقی کی منازل اتنی سرعت سے طے کرنا آسان نہ ہوتا۔ لہٰذا انتقامی اور سرکاری سطح پر ہر طبقہ فکر سے متعلق افراد کے نام جاننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ کیسی کیسی مقتدر ہستیاں اس سے وابستہ رہیں۔ ان اراکین کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) لیفٹیننٹ گورنر سر ڈونالڈ میکلوڈ (۲) مسٹر آئچسن ڈپٹی کمشنر لاہور (۳) مسٹر بر انڈرتھ کمشنر لاہور (۴) مسٹر گریفن (۵) مسٹر الکو انڈ انسپکٹر مدارس (۶) عالم شاہ سید، ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر لاہور (۷) نواب عبدالمجید خاں لاہور (۸) پنڈت امرناتھ، ہیڈ مترجم چیف کورٹ پنجاب لاہور (۹) مولوی عبدالحکیم کلانوری، اورینٹل کالج لاہور (۱۰) ڈاکٹر سید امیر شاہ اسسٹنٹ سرجن لاہور (۱۱) ڈاکٹر احمد شاہ خاں، ایس پی اینڈ ڈی ریلوے لاہور (۱۲) حکیم احمد علی لاہور (۱۳) وزیر زادہ محمد اکبر خاں، ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر لاہور (۱۴) حافظ عبدالعزیز، اورینٹل کالج لاہور (۱۵) لالہ بہاری لال ست سبھا لاہور (۱۶) ڈاکٹر ٹی ای پی براؤن، پرنسپل میڈیکل کالج لاہور (۱۷) خان بہادر محمد برکت علی خان لاہور (۱۸) منشی بوٹا لال، ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر لاہور (۱۹) پنڈت بھگوان داس اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور (۲۰) پنڈت بندری ناتھ لاہور (۲۱) ڈاکٹر ڈبلیو سنٹر، میڈیکل کالج لاہور (۲۲) ایف ایچ کوپ، اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور (۲۳) مفتی چراغ دین لاہور (۲۴) بھائی جڈت سنگھ (ایچ پی اے) گورنمنٹ کالج لاہور (۲۵) ڈاکٹر ڈبلیو پی ڈکسن، سنٹرل جیل لاہور (۲۶) دیوان داس مل رئیس لاہور (۲۷) پنڈت دیا رام، اورینٹل کالج لاہور (۲۸) لالہ درگاہ پرشاد، سوداگر لاہور (۲۹) سر آر ای ایجرٹن کے سی ایس آئی، سی آئی ای، لاہور (۳۰) جی آر ایلسمی سی ایس، کمشنر لاہور (۳۱) سید فضل شاہ لاہور (۳۲) نواب فتح جنگ لاہور (۳۳) مولوی فیض الحسن، اورینٹل کالج لاہور (۳۴) جے آر ای گولڈسبری، پلیڈر لاہور (۳۵) لالہ گنگا رام، اورینٹل کالج لاہور (۳۶) گوردت سنگھ، نائب میر منشی پنجاب گورنمنٹ سیکرٹریٹ لاہور (۳۷) منشی گلاب سنگھ لاہور (۳۸) ہیڈ پنڈت گورو پرشاد، اورینٹل کالج لاہور (۳۹) بھائی گورکھ سنگھ اورینٹل کالج لاہور (۴۰) نواب غلام محبوب سبحانی لاہور (۴۱) منشی غلام نبی، ریڈر چیف کورٹ (۴۲) حکیم غلام نبی لاہور (۴۳) زبدۃ الحکماء غلام مصطفیٰ لاہور (۴۴) میر غضنفر علی، تحصیل دار لاہور (۴۵) قاضی خلیفہ حمید الدین لاہور (۴۶) لالہ حکم چند پلیڈر

لاہور (۴۷) سوڈھی حکم سنگھ، میر منشی حکومت پنجاب لاہور (۴۸) ڈی سی جے اپسٹس، سی ایس ڈپٹی کمشنر مردم شماری لاہور (۴۹) پنڈت ایشری پرشاد، مترجم چیف کورٹ پنجاب (۵۰) لالہ جمعیت سنگھ، اکاؤنٹنٹ پی ڈبلیو ڈی لاہور (۵۱) پنڈت جنارڈھن، اورینٹل کالج لاہور (۵۲) میاں جلال الدین لاہور (۵۳) رائے کنہیا لال، ایگزیکٹو انجینئر سی ای لاہور (۵۴) فقیر سید قمر الدین رئیس لاہور (۵۵) میاں کریم بخش لاہور (۵۶) ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹنر ایل ایل ڈی بیرسٹر ایٹ لاء، لاہور (۵۷) جے بی لائل فنانشل کمشنر پنجاب لاہور (۵۸) جے لائٹ فٹ (ایس پی اینڈ ریلوے آڈیٹر) لاہور (۵۹) ٹی سی لیوکس، پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور (۶۰) رائے مول سنگھ لاہور (۶۱) رائے میلا رام ٹھیکیدار لاہور (۶۲) ڈاکٹر محمد حسین، لاہور (۶۳) مولوی ابو سعید محمد حسین، لاہور (۶۴) محمد حسین پیرزادہ، اورینٹل کالج لاہور (۶۵) قاضی میر عالم، ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر لاہور (۶۶) بھائی میاں سنگھ، لاہور (۶۷) لالہ مایا داس مختار لاہور (۶۸) منشی میراں بخش لاہور (۶۹) مولوی محمد دین، ایچ پی، اورینٹل کالج لاہور (۷۰) نواب نوازش علی خان لاہور (۷۱) بھائی نند گوپال لاہور (۷۲) بابو نوبین چندر رائے لاہور (۷۳) شیخ نانک بخش پلیڈر لاہور (۷۴) لالہ نہال چند، سوداگر لاہور (۷۵) میر نثار علی لاہور (۷۶) بی ایچ بی پاویل، سی ایس ایڈیشنل کمشنر لاہور (۷۷) ای ڈبلیو پارکر، جوڈیشل اسسٹنٹ لاہور (۷۸) پنڈت رکھی کیش، رئیس لاہور (۷۹) شیخ رحیم بخش، سوداگر لاہور (۸۰) لالہ رام چند، مترجم چیف کورٹ پنجاب لاہور (۸۱) ڈاکٹر خان بہادر رحیم خان، آنریری سرجن لاہور (۸۲) لالہ روشن لال مختار، لاہور (۸۳) پنڈت رشی کیش بھٹا چاریہ، اورینٹل کالج لاہور (۸۴) پنڈت رشی کیش شاستری، لاہور (۸۵) سی ایچ میٹھا، بیرسٹر ایٹ لاء، لاہور (۸۶) شیخ سادے خاں، رئیس لاہور (۸۷) منشی شمس الدین، مترجم چیف کورٹ لاہور (۸۸) سید فقیر شمس الدین لاہور (۸۹) قاضی شمس الدین لاہور (۹۰) منشی شہامت خان، لاہور (۹۱) پنڈت سکھ دیال، اورینٹل کالج لاہور (۹۲) لالہ ٹھاکر داس، لاہور (۹۳) سردار اتم سنگھ (۹۴) ریورنڈ ایچ این وائٹ بریکٹ، پی ایچ ڈی لاہور (۹۵) قاضی ظفر الدین، اورینٹل کالج لاہور (۹۶) میاں عزیز الدین لاہور۔[۹]

یہ بات کسی اعزاز سے کم نہیں کہ لاہور سمیت پنجاب بھر میں تعلیمی، علمی و ادبی ترقی کے لیے عملی کوششیں ''انجمن پنجاب'' ہی کے پلیٹ فارم سے تکمیل پائیں چونکہ انجمن کا بنیادی مقصد مشرقی علوم کو ترویج دینا تھا اس لیے دیسی زبانوں میں امتحان لینے کے لیے کمیٹیوں کا قیام عمل میں آیا نیز عوام کو حصول علم کی ترغیب دینے کے لیے ڈاکٹر لائٹنر نے عوام میں مشرقی زبانوں کے امتحان دینے والوں کی ہمت بڑھانے کے لئے سرٹیفکیٹ، اعزاز و نقد روپیہ کا اعلان بھی کیا۔ اس سے یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ عوام کی توجہ تحصیل علم کی طرف نہ تھی لہٰذا اس جانب عوام کی توجہ مبذول کرنے کے لیے طرح طرح کے اقدامات کیے جا رہے تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۸۶۶ء سے ۱۸۶۹ء تک ''انجمن پنجاب'' یونیورسٹی کے قیام کی کوششوں میں سرگرداں رہی۔

نتیجتاً انجمن پنجاب ہی بیت العلوم (اورینٹل کالج یونیورسٹی) کا پیش خیمہ ثابت ہوئی جس نے بالواسطہ اور بلاواسطہ اردو نثر کے ارتقا کو تقویت دی۔ نظام امتحان اور اس کی قدغنوں کے باعث ۱۸۶۵ء میں ڈاکٹر لائٹنر نے اس کا خاکہ تیار کیا۔ ان کا موقف تھا کہ اردو و ہندی اس وقت تک مشکل نہیں ہو سکتی جب تک عربی، فارسی اور سنسکرت کی تعلیم کو تقویت نہ ہو۔ بنیادی طور پر اس کا مقصد مشرقی علوم و فنون والسنہ کا احیاء اور اردو ادب کو فروغ دینے کی تدابیر اختیار کر کے جدید اردو ادب کو وجود میں لانا تھا۔ نیز ''انجمن پنجاب'' اس بات کی

بھی شدت سے حامی تھی کہ مغربی علوم کو دیسی زبانوں میں پڑھایا جائے۔ ڈاکٹر لائٹنر نے روسائے لاہور اور لفٹیننٹ گورنر مک لیوڈ کی مدد سے ۱۸۶۶ء میں ابتدائی طور پر جامعہ مشرقیہ (اورینٹل کالج) قائم کیا جو یونیورسٹی کالج بھی کہلایا۔ کپتان ہالرائیڈ ڈائریکٹر محکمہ تعلیم پنجاب نے ''دہلی سوسائٹی'' دہلی میں ۲ مارچ ۱۸۶۸ء کے اجلاس میں اس یونیورسٹی کے دائرہ کار پر ان الفاظ میں اظہار خیال کیا:

''لاہور کی انجمن کا حال میں ایک جلسہ ہوا تھا اس میں یہ قرار پایا کہ پنجاب کے واسطے ایک علیحدہ یونیورسٹی مقرر کی جائے اور اس یونیورسٹی کو تین کام تفویض ہوں اول یہ کہ وہ مثل یونیورسٹی کلکتہ کے امتحان کا کام اختیار کرے یعنی جو لوگ القاب فضیلت کے خواہاں ہوں وہ ان کا امتحان لیے۔ دوم یہ کہ درس کا کام کرے یعنی مدارس سرکاری میں طلباء کا ایک حد معین تک علم تحصیل کریں اور اگر اس سے زیادہ علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وہ یونیورسٹی میں حاصل کریں اور وہاں ان کے واسطے مدرس مقرر کیے جائیں گے۔ سوم یہ کہ یونیورسٹی تصانیف کو تقویت دے یعنی جو لوگ زبان ہائے مشرق میں کتب تصنیف یا ترجمہ کریں ان کی کتابوں کو ملاحظہ اور امتحان کرنے کے بعد ان کو انعام دے۔ بشرطیکہ وہ کتابیں پسند آئیں اور مدارس سرکاری میں تعلیم بذریعہ ماسٹروں کی ہوتی ہے۔ اس لیے پروفیسر تعلیم کریں گے یعنی ان کا طریقہ فاضلانہ ہوگا۔''[۱]

۱۴ جولائی ۱۸۶۸ء کو بنظر انتظام اور یورپین کمیٹی کی سفارش پر مدرسہ جامعہ مشرقیہ بند کر دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حکومت چاہتی تھی کہ مغربی تعلیم کی یونیورسٹی بنے۔ لیکن ڈاکٹر لائٹنر کی کوششیں جاری رہیں اور بالآخر ۸ دسمبر ۱۸۶۹ء کو یونیورسٹی کالج کو بیت العلوم کے نام سے اجراء کی اجازت ان شرائط پر مل گئی کہ مجوزہ یونیورسٹی کو ڈگری کی بجائے محض اسناد دینے کا اختیار ہوگا۔ نیز یونیورسٹی کالج کے متعلقہ مدرسی اداروں میں انگریزی زبان و علوم پڑھائے جائیں البتہ بعض مضامین کی تعلیم دیسی زبان میں ہوگی۔ بعد ازاں آگے چل کر ۱۸۸۲ء میں یہی ایک مکمل یونیورسٹی بن گئی۔ اورینٹل کالج یونیورسٹی کے مقاصد پر نگاہ ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ اردو نثر کے ارتقا میں یہ کس طرح معاون ثابت ہوئی۔ جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ جہاں تک ممکن ہو پنجاب کی دیسی زبانوں (اردو، ہندی) کے ذریعے یورپین علوم و فنون کو شائع کرنا اور دیسی ادبیات کو ترقی اور وسعت دینا۔

۲۔ مشرقی السنہ (عربی، فارسی، سنسکرت) اور ادبیات کی عمدہ تعلیم کو ہر طرح سے تقویت دینا۔

۳۔ تعلیم عامہ کی نگرانی اور ترقی میں صوبہ ہذا کے اہل قلم اور معزز اشخاص کو سرکاری افسروں کے ساتھ شامل کرنا۔[۲]

مذکورہ بالا شق نمبر اول کے تحت اردو نثر کو فروغ حاصل ہوا۔ اورینٹل کالج یونیورسٹی کی سینٹ کمیٹی[۳] میں یہ بھی طے پایا کہ سائنس پر اردو نثر میں جو بہترین رسالہ لکھے گا اسے یونیورسٹی کی جانب سے سالانہ انعام دیا جائے گا۔ یہ فیصلہ اس لیے ہوا کہ ہندی کی نسبت اردو میں نہ صرف دیگر زبانوں سے الفاظ مستعار لینے کی صلاحیت موجود تھی بلکہ اس میں دیگر زبانوں سے مستعار خیالات بھی بخوبی ادا کیے جا سکتے ہیں۔ چونکہ اورینٹل کالج یونیورسٹی کے نصاب کے لیے کتابیں موجود نہ تھیں اس لیے ''انجمن پنجاب'' نے ادبی نشستوں کا اہتمام اور

بذریعہ اشتہار انعامات کا اعلان کیا۔ نتیجتاً اردو نثر میں پہلی مرتبہ بہترین نصابی اور علمی مضامین فراہم ہوئے۔ جنہیں حسب روایت جلسہ میں پڑھ کر سنایا جاتا۔ صاحب علم تنقیدی آراء سے مستفید کرتے۔ ناقابل اشاعت مضمون رد کر دیا جاتا جبکہ پسند کیے جانے والے مضامین نصاب کا حصہ بنتے۔ چنانچہ اس طرح زبان و ادب سے متعلق علمی و ادبی انشائیوں کے علاوہ انجینئرنگ، طب، ریاضی، تاریخ، جغرافیہ، طبعیات، جیالوجی، کیمیا، معاشیات، قانون، فلسفہ، منطق کے علوم کی علمی کتب اور مضامین کی تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس طرح نئے موضوعات اور نئے اسالیب بیان سے واقفیت کا موقع ''انجمن پنجاب'' ہی کی مرہون منت ملا۔ لسانی اعتبار سے اردو زبان میں نئے الفاظ، اصطلاحات اور اسالیب نصاب میں شامل اور ''رسالہ انجمن پنجاب'' میں شائع ہو کر پورے ہندوستان میں پہنچ جاتے۔ یوں علمی اردو نثر کے سرمایے میں گراں قدر اضافہ ہوتا چلا گیا۔ لہٰذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ''نثر میں تازہ کاری پیدا کرنے اور نئے تحقیقی و تنقیدی شعور کی بیداری کا سہرا بھی اسی کے سر ہے۔''[۴۴] نیز ڈاکٹر لائٹنر نے علمی تحقیق اور اس کے ماحصل کی طباعت اور اشاعت کے لیے ریسرچ فیلوز منسلک کر کے تحقیق کی باقاعدہ روایت کی بنیاد ڈالی۔ ادبیات کے مطالعہ کے لیے سیاسی و سماجی پس منظر پر زور دیا گیا، تحقیق و تصنیف میں مواد سازی اور تصنیف و تالیف کو تراجم پر اہمیت دی گئی۔ جس کا مقصد تراجم کی بجائے اصل تصنیف کی حوصلہ افزائی کرنا تھا۔ ڈاکٹر لائٹنر کی ہدایت پر ابتدا میں کالج کے نصاب کے لئے جو کتابیں تیار ہوئیں ان میں محمد حسین آزاد کی فارسی و عربی علمی بصیرت کی عکاس دو کتابیں ''جامع اصول صرف و نحو'' اور ''فارسی صرف و نحو'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جن میں اردو زبان کی ساخت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اس کے علاوہ نیرنگ خیال اور آب حیات کو بھی نصاب میں شامل کر لیا گیا۔ جس کا اظہار آزاد نے اپنے ایک خط بنام سید حسین بلگرامی میں اس طرح کیا ہے: ''دفعتاً معلوم ہوا کہ آب حیات اور نیرنگ خیال امتحان یونیورسٹی میں داخل ہو گئی ہیں اور امتحان آغاز ہی پر ہوگا۔ سب نے کہا دونوں کو ضرور چھپوانا چاہیے۔''[۴۵] چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو تصنیفی سلسلہ شروع ہوا اس نے اردو نثر کے ارتقا کو اسلوب و موضوع ہر دو حوالوں سے بے بہا ترقی دی۔ اس حوالے سے تفصیلات پنجاب یونیورسٹی کی سالانہ رپوٹوں کے علاوہ ڈاکٹر وحید قریشی کی مرتب کردہ تفصیلی رپورٹ بعنوان ''یونیورسٹی اور یئنٹل کالج کے اساتذہ کا تحقیقی، ادبی اور درسی سرمایہ'' دیکھی جا سکتی ہے۔ اور یئنٹل کالج یونیورسٹی کے حوالے سے اردو نثر کو ملنے والی ترقی کا اندازہ لگانے کے لیے ۱۸۷۶ء تا ۱۸۸۸ء تصنیف و تالیف اور تراجم کی موضوعوار فہرست[۴۶] سے ملاحظہ ہو:

نمبر شمار	نیچرل سائنس و ریاضی	مصنف/مرتب/مترجم
۱۔	سکون سیالات (حصہ اول) اردو ترجمہ از "Besant's Hydrostatics"	پیرزادہ محمد حسین
۲۔	سکون سیالات (حصہ دوم) اردو ترجمہ از "Besant's Hydrostatics"	شیخ انعام علی
۳۔	''علم ہیئت'' (اردو ترجمہ از Manic's Astronomy)	پیرزادہ محمد حسین
۴۔	''علم النفس والقویٰ'' اردو ترجمہ از Hamilton's Lectures on Physchology	شیخ انعام علی
۵۔	علم سکون (اردو ترجمہ از Todhunter's Statics)	لالہ آیا رام
۶۔	طبیعی جغرافیہ (اردو ترجمہ از Balandford's Physical Geography)	ایضاً

۷۔	مکون سیالات (اردو ترجمہ از Balandford's Physical Geography)	ایضاً
۸۔	علم حرکت (اردو ترجمہ از Elementary Dynamics)	بابو ششی بھوشن، مکرجی
۹۔	برقی مقناطیس (اردو)	رگھوناتھ داس
۱۰۔	علم کیمیا (اردو ترجمہ از Rescoe's Chemistry)	ڈاکٹر امیر شاہ
۱۱۔	مذریبات علم طبیعی (اردو)	ایضاً
۱۲۔	علم طبیعی (اردو ترجمہ از Balfour Stewart's Physics)	ڈاکٹر امیر شاہ
۱۳۔	علم طبقات الارض (اردو ترجمہ از Page's Gology)	سید دلاور علی شاہ
۱۴۔	طبیعی جغرافیہ (اردو ترجمہ از Page's Geography)	ایضاً
۱۵۔	مسائل و امثال ریاضی (اردو ترجمہ از Wringley's Examples)	ایضاً
۱۶۔	حل ٹرگنو میٹری (اردو)	غلام مصطفےٰ
۱۷۔	الجبرا (اردو)	ایضاً
۱۸۔	حل جبر و مقابلہ (اردو)	یوگی شوناتھ

انجینئرنگ

۱۔	علم المساحت (اردو ترجمہ از Todhunter's Mensuration)	لالہ گنگا رام
۲۔	رسالہ تعمیرات (اردو ترجمہ از Lang's Building Materials)	ایضاً
۳۔	جرثقیل کا استعمال (اردو ترجمہ از Applied Mechanics by Major Branderth)	ایضاً

طب

۱۔	امراض الحبلا والمیلاد (اردو ترجمہ از Midwifery)	ڈاکٹر رحیم خان
۲۔	امراض الصابئین (اردو)	ایضاً
۳۔	امراض نسواں (اردو)	ایضاً
۴۔	میڈیکل جورس پروڈنس (اردو)	ایضاً
۵۔	ارجوزہ حنایہ در علم طب (اردو)	مولوی غلام قادر
۶۔	رسالہ تشریح طب (اردو)	مولوی غلام مصطفےٰ
۷۔	ادویات مفردات یونانی (اردو)	ایضاً
۸۔	آوشادوالی (اردو)	پنڈت جنر دن

قانون

۱۔	Elements of Jurisprudence (انگریزی و اردو ترجمہ)	بابو ششی بھوشن مکرجی
۲۔	Constitutional History of India (اردو ترجمہ)	سید امیر شاہ
۳۔	قدوری (عربی سے اردو ترجمہ) مسلم قانون	مولوی غلام قادر

منطق

۱۔	مخزن الحکمت (اردو)	شیخ انعام علی
۲۔	مسلم (عربی سے اردو)	مولوی غلام قادر
۳۔	مابعد الطبیعیات (اردو ترجمہ از Hamilton's Metaphysics)	مولوی محمد دین
۴۔	منطق استقراری (اردو ترجمہ از Fowler's Inductive Logics)	پیرزادہ محمد حسین
۵۔	منطق (اردو ترجمہ از Jovon's Logics)	شیخ انعام علی
۶۔	منطق قیاسی (اردو ترجمہ از Fowler's Deductive Logic)	لالہ آیا رام
۷۔	منطق (اردو ترجمہ از Fowler's Logic)	مدن گوپال

تاریخ وتذکرہ

۱۔	تاریخ کلاں انگلستان (اردو ترجمہ از Green's Larger History of England)	نوبین چندر رائے
۲۔	سنین اسلام ے سی (حصہ اول و حصہ دوم) اردو (مولوی فیض الحسن، کریم الدین، محمد حسین آزاد کی مدد سے)	ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹنر
۳۔	تاریخ تیموری مولفہ عرب شاہ (اردو ترجمہ)	مولوی غلام قادر
۴۔	تاریخ متقدمین (اردو ترجمہ از Taylor's Ancient History)	مولوی غلام مصطفےٰ بہ اشتراک لالہ بشن داس
۵۔	تاریخ انگلستان (اردو ترجمہ از Lethbridge's History of England)	مولوی محمد غضنفر
۶۔	تاریخ عرب	ایضاً
۷۔	ایام الاسلام	ایضاً
۸۔	تاریخ جہاں (اردو ترجمہ از Dr. Stulpnagel's Universal History/Hallan's)	شیخ عمر بخش

۹۔ خلاصہ تواریخ انگلستان (اردو ترجمہ از Constitutional History of England) — ایضاً

علم الاقتصاد

۱۔ علم الاقتصاد یا سیاست مدن (اردو ترجمہ از Mrs Fawcett's Political Economy) — پیرزادہ محمد حسین

۲۔ تاریخ علم سیاست مدن (اردو ترجمہ از Mrs Fawcett's Political Economy) — شیخ انعام علی

۳۔ علم انتظام مدن (اردو ترجمہ از Mrs Fawcett's Political Economy) — پنڈت ہرکشن داس

۴۔ اصول سیاسیات مدن (اردو) — پنڈت دھرم نرائن

لسانیات

۱۔ مقدمات الصرف (عربی حرف و نحو انگریزی و اردو میں) — ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹر

۲۔ فیض المعنی والبیان ۱۸۷۸ء (اردو) — حافظ عمر دراز

ادبیات (عربی)

۱۔ سبعہ معلقہ (عربی، فارسی، اردو شرح) — مولوی فیض الحسن

۲۔ روضۃ الادبار (اردو) عرب شعراء ادبا کا تذکرہ عربی مآخذ سے — مولوی محمد الدین

۳۔ اطباق الذہب (عبدالمومن اصفہانی کی عربی تصنیف کا اردو ترجمہ مع حواشی) — ایضاً

۴۔ سبعہ معلقہ (اردو ترجمہ) — محمد حسین

ادبیات فارسی

۱۔ اخلاق جلالی (اردو ترجمہ و تلخیص) — مولوی محمد الدین

۲۔ جدید رشیدیہ (اردو ترجمہ) — ایضاً

۳۔ رسالہ عبدالواسع (اردو ترجمہ) — ایضاً

مذکورہ فہرست سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدا میں زیادہ تر انگریزی کی کتب سے اردو تراجم پر زیادہ زور دیا گیا۔ ۱۸۷۷ء میں کیے گئے اردو تراجم کی مزید تفصیل کے لیے ڈاکٹر انجم رحمانی کا مقالہ برائے پی ایچ ڈی (غیر مطبوعہ) ''بر طانوی دور میں اردو کے فروغ میں پنجاب کے نظام تعلیم کا حصہ'' ملاحظہ ہو۔ محض تصنیف و تالیف کے اس سلسلہ پر ہی اکتفا نہ کیا گیا بلکہ اردو زبان کی ترقی کے لیے ایک کمیٹی بھی تشکیل دی گئی جس میں مولوی فیض الحسن، رائے کنیا لال، نواب نوازش علی خان، نواب غلام محبوب سبحانی، ڈاکٹر لائٹر، ای ڈبلیو پارکر، ڈاکٹر رحیم

خان، پیرزادہ محمد حسین، پنڈت امرناتھ، منشی محمد لطیف، مولوی ابوسعید محمد حسین، سوڈی حکم سنگھ، پنڈت ایشری پرشاد، سردار گوردیال سنگھ، وزیر اعظم مہدی خان، چیف جسٹس غلام نبی اور مسٹر نثار علی وغیرہ شامل تھے۔[39]

انجمن پنجاب نے عوامی بہبود کی غرض و غایت اور سائنسی و ادبی امور کی ترقی کے ساتھ ساتھ انگریز حکومتی الصران اور مقامی طبقے کے درمیان مفاہمت اور تعاون کو جس کامیابی کے ساتھ نبھایا اس کا اندازہ لفٹیننٹ گورنر سر رابرٹ ایجرٹن کی اس تقریر سے ہوتا ہے جو انہوں نے ۲۸ مارچ ۱۸۸۲ء کے جلسہ میں کی جو انگریز حکمرانوں کے مطلوبہ نتائج کے حصول کی بھی عکاس ہے: مع الغرض ''انجمن پنجاب'' نے علم و ادب کو عمرانی و تہذیبی حوالے سے جو ترقی دی وہ کسی کارنامے سے کم نہیں ہے کیونکہ لاہور میں یہی وہ تحریک تھی جس نے ادب برائے زندگی کے نظریے کو پروان چڑھایا اور اس کے ہمہ گیر اثرات ادب اور سماج پر اس طرح رونما ہوئے:

''ادیبوں اور شاعروں نے شعوری طور پر ادب کا رشتہ اپنے زمانے کی سیاست اور سماج سے جوڑ کر اجتماعی زندگی کے مسائل کا حل پیش کرنا شروع کر دیا۔ زندگی کی مادی ضرورتوں کو براہ راست قابل توجہ قرار دے کر ارضی زندگی کی ترقی و تکمیل پر زور دیا۔ ادب کے تفریحی و رومانی ذوق کو بدل کر اسے اجتماعی مقاصد سے روشناس کرایا۔ اس ذوق کا رخ تخیلی اور داخلی زندگی سے ہٹا کر واقعیت اور خارجی زندگی کی طرف موڑ دیا اور اس سے اخلاقی، فطری، سماجی، تہذیبی اور مذہبی اصلاح کا کام لیا جانے لگا اور اس طرح اس سے ہمہ گیر کام لینے کے لیے ایک ہمہ گیر اصلاحی تحریک شروع کی۔ ادب میں عمرانی، تہذیبی اہمیت کا اندازہ لگا کر اردو میں مقصدی شعر و ادب کی تخلیق کی روایت قائم کی گئی۔''[40]

نتیجتاً ''انجمن پنجاب'' لاہور نے ایسے نثری ادب کی ترویج و اشاعت کا شوق پیدا کیا جس میں مغربی خیالات کارفرما ہوں اور جو جدید علوم کی تحقیق اور نشر و اشاعت میں بھی معاون ثابت ہوں۔ بلاشبہ ''اس تحریک نے اردو نظم و نثر دونوں کو یکساں متاثر کیا شاعری میں غزل کے تسلط کو اور تنقید و تحقیق میں تذکرہ نگاری کی حاکمیت کو ختم کرنے کی سعی کی انگریزی علوم کے فروغ نے اس تحریک کو قوت و توانائی عطا کی اور یوں نہ صرف لفظ کا نیا استعمال وقوع میں آیا بلکہ طرز احساس و اظہار میں بھی نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی۔''[41]

رسالہ انجمن پنجاب:[42]

''انجمن پنجاب'' کی کارروائیوں کو ارکان انجمن تک پہنچانے کے لیے ۳۱ مارچ ۱۸۶۵ء کے جلسہ میں انجمن کا اپنا نمائندہ ماہی رسالہ ''رسالہ انجمن اشاعت مطالب مفیدہ پنجاب''[43] جاری کیا گیا اور مختصر نام ''رسالہ انجمن پنجاب'' رکھا گیا۔ جس میں انجمن پنجاب کے جلسوں کی کارروائیاں اور مضامین طبع ہو کر عوام تک پہنچ سکیں۔ اس رسالے نے عوام میں علمی و ادبی ذوق کو پروان چڑھایا اور مضمون نگاری کی روایت کو فروغ دیا۔ رسالہ انجمن کی کمیٹی میں ڈاکٹر لائٹر، پنڈت من پھول، منشی ہرسکھ رائے، بابو نوبین چندر رائے سول سنگھ، اور بابو چندر شامل تھے۔

''رسالہ انجمن پنجاب'' اگرچہ انجمن کی کارروائیوں کو عوام تک پہنچانے کے لیے جاری کیا گیا لیکن انجمن میں پڑھے جانے

والے اوراس میں شائع ہونے چھوٹے بڑے مضامین اور مقالوں سے اردو میں مضمون نگاری کی صنف کو باقاعدگی اور فروغ ملا۔ ابتداء ''رسالہ انجمن'' کے بعد دیگرے مطبع مصطفائی'' لاہور، مطبع مطلع نور لاہور، مطبع متر بلاس لاہور میں چھپتا تھا'' ۵؎ رسالہ انجمن پنجاب میں انجمن کے جلسوں میں پڑھے جانے والے مضامین کے علاوہ لیکچر بھی شائع کیے جاتے تھے جن کا انتظام انجمن پنجاب نے طلباء اور عوام کے لیے کر رکھا تھا۔ مزید یہ کہ اس میں وہ امور جس کی بابت حکومت رائے عامہ دریافت کرنا چاہتی تفصیل سے چھپا کرتے تھے بعد میں جب انجمن نے مشاعرے کا انعقاد کیا تو اس میں فارسی اردو کی طرحی غزلیں بھی شائع ہونے لگیں نیز دیگر رسالوں سے مضامین افادۂ عام کے لیے شائع کیے جاتے۔ رسالہ اردو زبان میں ہوتا تھا لیکن کبھی کبھی کچھ مواد انگریزی، ہندی، گورمکھی میں بھی درج کیا جاتا تھا۔

یوں تو اردو نثر میں مضمون نگاری کا سلسلہ ''کوہ نور'' اور ''خورشید پنجاب'' میں بھی نظر آتا ہے اول الذکر کی نسبت موخر الذکر کے مضامین میں ادبی اور علمی اسلوب کی کارفرمائی زیادہ نظر آتی ہے۔ لیکن ''انجمن پنجاب'' کے اس رسالے میں دیگر موضوعات (علمی، تاریخی، سائنسی، جغرافیائی، معاشی، اصلاحی) پر مبنی مضامین کے علاوہ خالص ادبی مضامین اور ادبی اسلوب نے فروغ پایا۔ اس میں منتخب اور شائع ہونے والے مضامین کے معیار کا اندازہ اس جانچ پرکھ سے لگایا جا سکتا ہے۔

> ''انجمن کا قاعدہ یہ تھا کہ جب مضمون نویس، نیا مضمون یا اس کا خلاصہ انجمن کے سیکرٹری کے پاس بھیج دیتا سیکرٹری اس کو کارکن کمیٹی کے جلسہ خاص میں جو جلسہ عام سے چند دن پہلے منعقد ہوا کرتا۔ ارباب کارکن کمیٹی کے سامنے پیش کر دیتا۔ اگر ارباب کارکن کمیٹی اس کو پسند کر لیتے تو مضمون جلسہ عام میں پڑھنے کی اجازت مل جاتی اور اس کی اطلاع مولف کو بھیج دی جاتی۔ جب یہ مضمون جلسہ عام میں پڑھا جاتا تو ارباب انجمن جناب صدر کی اجازت سے بحث طلب امور پر ضروری بحث کرتے یا اگر کسی کو ضروری معلومات حاصل ہوتیں تو وہ اس کے دوسرے پہلوؤں پر روشنی ڈال کر ارباب انجمن کی معلومات میں مزید اضافہ کرنے کا فخر حاصل کرتا۔ جب مولف اور اس کا مضمون ان تمام مرحلوں سے گزر چکتا تو ارباب انجمن سے اس کے بارے میں رائے لی جاتی۔ اگر یہ مضمون سب کو پسند ہوتا تو رفاہ عام کے لیے اسے انجمن کے رسالے میں شائع کر دیا جاتا۔'' ۶؎

اس طرح انجمن پنجاب کے جلسوں میں پڑھے جانے والے تعلیمی اور ثقافتی مضامین پر سامعین کی رائے لی جاتی اور بعد ازاں ان کو رسالے میں شائع کر دیا جاتا۔ نیز ان میں سے جو مضامین نصاب سے متعلق ہوتے انہیں کمیٹی منظور کر کے اورینٹل کالج یونیورسٹی کے لیے کتابی شکل میں شائع کر دیتی تھی۔ یہ مضامین سائنس، تاریخ، جغرافیہ، سیاست، انجینئرنگ، طب اور علم و ادب وغیرہ پر مشتمل ہوتے۔ مضامین کے علاوہ ان موضوعات سے متعلق انجمن پنجاب میں جو لیکچر دیے جاتے وہ بھی اس میں شائع ہوتے تھے۔ آغا محمد باقر کے مطابق فروری ۱۸۶۵ء سے ۱۸۶۸ء تک معلومات سے بھرپور ایک سو بیالیس (۱۴۲) مضامین شائع ہوئے ۷؎ جو انجمن اور ارباب انجمن کے ساتھ ساتھ اس دور کی زندگی اور ضرورتوں کی دلچسپ اور قابل قدر تصاویر بھی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لاہور کے علاوہ دیگر شہروں اور

علاقوں کے اہل قلم کی حوصلہ افزائی بھی کی جاتی تھی اور دیگر اخبارات بھی اس سے مضامین نقل کیا کرتے تھے۔ مثلاً ۱۸۶۸ء میں میرٹھ کے ''اخبار عالم'' میں ''رسالہ انجمن پنجاب'' سے مضمون ''جانداروں کی ارتقائی زنجیر'' نقل کیا گیا۔

''رسالہ انجمن پنجاب'' میں سب سے زیادہ مضامین لکھنے والے صاحب طرز انشا پرداز محمد حسین آزاد تھے جنہیں لاہور کے علمی و ادبی ماحول نے وسیع جولاں گاہ دی اور صاحب طرز انشا پرداز کے طور پر ادب کا درخشاں ستارہ بنایا۔ وہ ۱۸۶۷ء میں اس رسالہ کی ادارت پر بھی مامور رہے۔ آزاد سے قبل رسالہ انجمن پنجاب معمولی مضامین کا رسالہ تھا لیکن آزاد کی مساعی نے اسے علمی و ادبی رنگ دے کر بلند پایہ رسالہ بنا دیا۔ مذکورہ بالا دور میں لکھے گئے مضامین کی فہرست عنوانات ۸ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تعلیم، زبان، اخلاق، مذہب اور تہذیب سے متعلق کس قسم کے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ مضمون نگاروں میں محمد حسین آزاد کے علاوہ پنڈت من پھول، بابو چندر ناتھ متر، منشی دیوان چند، برکت علی خان اور مولوی علمدار حسین شامل تھے لیکن زیادہ تر مضامین مولانا آزاد ہی کی قلم فرسائی کا نتیجہ تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے مولانا آزاد کے مضامین کی فہرست ملاحظہ ہو جن میں اکثر کا موضوع سائنس اور سماجی اصلاح جبکہ بیشتر علمی نوعیت کے مقالے تعلیمی، ادبی اور ثقافتی پہلوؤں سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۱) ارتباط اختلاط اہل ہند با سلاطین (۲) تحریص و تشویق تحصیل علم (۳) محاصل محصول چونگی کتب تجارتی (۴) روئداد مجلس گلدستہ (۵) توسیع شہر لاہور (۶) فضیلت ارتباط و حفظ مراتب احتیاط (۷) اصلاح تعلیم مروجہ (۸) ابتدائے حال زبان عرب اور فرق ترقی مروجہ (۹) تحصیل علم سے مطلب اصلی کیا ہے؟ (۱۰) ترمیم رواج نیلام ہائے مروجہ (۱۱) ہر کام سوچ سمجھ کر احتیاط سے کرنا چاہیے (۱۲) ترغیب تہذیب و اکتساب فنون (۱۳) تنزل خیالات اہل ہند اور تقریر ان کی ترقی ہمت کے لیے (۱۴) تکالیف و اصلاح ریلوے (۱۵) شکایت ترویج کتب مفیدہ کی (۱۶) ترجمہ کتب علمی و ریاضی (۱۷) اجتماع میلہ ہائے ہندوستان (۱۸) آجکل کے تحصیل و تعلیم میں کیا ترمیم کرنی چاہیے (۱۹) طرز انشا فارسی و اردو مروجہ (۲۰) تدبیر رفع افلاس اہل ہند (۲۱) اہل ہند کو اپنے سود و بہبود میں آپ کوشش کرنی چاہیے (۲۲) فوائد تجارت (۲۳) ترقی و تائید تجارت (۲۴) مسائل فلسفہ طبعی وغیرہ۔

محمد حسین آزاد کی لاہور آمد کے بعد انہی مضامین سے ان کی مضمون نگاری کی صلاحیت نے جلا پائی کہ ڈاکٹر لائٹر نے اپنے ایک خط میں آزاد کے مضامین کی بابت لکھا کہ ''مولانا کو اپنے موضوعات پر اتنا کامل عبور تھا اور ان میں تنقید کی ایسی قوت موجود تھی جس کی توقع ایک یورپی سکالر سے کی جا سکتی ہے۔''۹ اس دور کے اچھا لکھنے والوں میں منشی محمد علی بھی تھے جو سرکاری اخبار میں ملازم تھے۔ انہوں نے ''رسالہ انجمن پنجاب'' (۱) عہد قدیم اور زمانہ حال کی تحصیل میں کیا فرق ہے؟ (۲) کتب مروجہ حال و تحصیل طلبہ حال (۳) صرف وقت (۴) تربیت جسمانی وغیرہ کے موضوعات پر مضامین لکھے جبکہ دیگر مصنفین کے درج ذیل مضامین شامل تھے۔

''دروغ گوئی'' مصنفہ منشی گوپال داس، ''احسن طریقہ تعلیم و مواقعات ترقی علوم'' مصنفہ منشی جمنا پرشاد، ''تدبیر احسن ترقی صحت نفسانی'' مصنفہ منشی ہرسکھ رائے، ''موجبات دروغ گوئی'' ''فضیلت راست بازی و حلم'' اور ''در بیان احوال طریقہ تعلیم سابق و حال'' مصنفہ لالہ رجولعل، ''ترغیب علو حوصلگی'' مصنفہ فقیر سید جمال الدین، ''فن طبابت'' مصنفہ ڈاکٹر ہادی حسین خان، ''تعلیم نسواں'' اور ''نکاح بیوہ زناں و شادی دختران کمسن'' مصنفہ پنڈت ششمبر ناتھ، ترجمہ اصطلاحات علوم ریاضی وغیرہ مصنفہ فقیر سید جمال الدین،

تربیت الاطفال مصنفہ منشی کرم الٰہی۔

۱۸۶۸ء سے رسالہ انجمن پنجاب کا انداز بدل گیا۔ ادبی مضامین نے اس کے ادبی معیار اور وقار کو بلند کیا۔ محمد حسین آزاد نے نیچرل شاعری کے حوالے سے اپنے تنقیدی خیالات کا اظہار کیا جو وقتاً فوقتاً ''رسالہ انجمن پنجاب'' میں شائع ہوئے۔ جن میں سے ایک مضمون کا نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

''شاعر کو چاہیے کہ طبیعت اس کی زیادہ تر قابل، صاحب قبولیت اور اثر پذیر ہو۔ جس حالت کو بیان کرے اس کا اثر پہلے اس کے دل پر چھا جائے مثل آب رواں کے جو رنگ اس میں پڑ جاتا ہے وہی اس کا رنگ ہو جاتا ہے اور جس چیز پر پڑے اسے ویسا ہی رنگ دیتا ہے۔ جب دوسروں کے دل کو نرم کرے گا۔ اگر لوگوں کی طبیعت خوشی کی حالت میں لانی چاہے تو چاہیے کہ پہلے آپ مارے خوشی کے باغ باغ ہو جائے جو کچھ کہتا ہے جب اس کے لیے اپنے دل پر اثر نہیں تو دوسروں پر کیا ہوگا۔'' ۵۰

شاعری کی نظری تنقید کے علاوہ اردو شاعروں پر مضامین کا سلسلہ بھی ''رسالہ انجمن پنجاب'' کی زینت بنتا ہے۔ جس میں شاہ حاتم، مرزا رفیع سودا اور شاہ ہدایت اللہ خان ہدایت وغیرہ پر محمد حسین آزاد نے لکھا۔ محمد حسین آزاد کے ادبی اسلوب نے ''رسالہ انجمن پنجاب'' کو ایک نیا پن عطا کیا جو موضوع اور اسلوب دونوں حوالوں سے دکھائی دیتا ہے۔ آزاد نے اپنے ایک مضمون میں اردو زبان کی وسعت کے لیے انگریزی سے ممکنہ الفاظ کا ترجمہ اس طور کرنے پر زور دیا ہے کہ معنی میں اختلاف پیدا نہ ہو سکے۔ مولانا آزاد لکھتے ہیں:

''بہت سی اصطلاحات و الفاظ کو ترجمہ کر کے جو لفظ مقرر کرنے ہوتے ہیں عند الصواب اہل الرائے میں سے مختلف اشخاص نے مختلف الفاظ کے لیے رائے دی بلکہ میں نے اپنے ہی قرار دیئے ہوئے لفظوں کو کئی کئی دفعہ تبدیل کیا۔ اگرچہ فرق باہمی بہت کم ہے مگر پھر بھی اختلاف ہے اب خیال یہ ہے کہ اگر علم مذکورہ میں اور لوگوں نے بلاد مختلف میں کتابیں ترجمہ یا تالیف کیں تو اکثر الفاظ کے لیے اردو کے لفظوں میں اختلاف ہوگا اور اس صورت میں تصانیف علمی میں اختلاط اور تحائف عظیم واقع ہو جائے گا۔ لہٰذا مناسب ہے کہ فہرست اس قسم کے الفاظ اصطلاحی کی مثلاً علم طب کی جو کہ اب میں ترجمہ کرتا ہوں مرتب کی جائے اور علم کے ٹھکانے کے مکانوں میں مثل علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ و کلکتہ و ہوگلی و دہلی کالج و آگرہ کالج و جملہ ڈائریکٹری پریسڈنسی ہائے ہندوستان میں لکھ کر بھیج دی جائے کہ یہاں کے علما و مترجمین اسے دیکھ کر اپنی اپنی رائے دیں اور جہاں جہاں کوئی بات قابل اصلاح دیکھیں بے تامل اصلاح فرما دیں۔'' ۵۱

محمد حسین آزاد کی یہ کاوشیں بر آئیں اور اردو نثر میں نئی اصطلاحات اور نئے الفاظ نے وسعت پیدا کی۔ اس طرح انگریزی الفاظ کو اردو میں منتقل کرنے کو تحریک دی۔ اس حوالے سے آزاد نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

> ''اول اسماء آلات و عناصر وغیرہ کو جو مفرد ہوں باستثناء ان کے مقابلے کے الفاظ کی زبان مروجہ ہندوستان میں موجود ہوں یا جن کے واسطے الفاظ عربی فارسی وغیرہ میں وضع ہو چکے ہوں بجنسہٖ ترجمہ میں رکھے جاویں مثلاً آکسیجن، ہائڈروجن وغیرہ بلا ترجمہ رکھے جائیں کیونکہ اگر ان کے واسطے الفاظ خواہ مخواہ گھڑے جاویں تو ان میں شک نہیں کہ سیاق عبارت سے ان کے مطلب کو پہنچا جاوے خواہ ان کے واسطے فرہنگ جدا لکھی جاوے اور یہ مطلب اسی طور پر ان الفاظ کے بجنسہٖ رکھنے پر ہی حاصل ہو سکتا ہے اس کے علاوہ کیا وجہ ہے کہ اس زبان اردو کو جو غیر زبانوں سے مرکب ہے وسعت نہ دی جاوے حالانکہ اس زبان میں الفاظ زبان غیر کے بلا تکلف داخل ہو سکتے ہیں اس کا مضائقہ نہیں یاں یہ تلاش ایسے الفاظ مل سکیں جو کہ مختصر اور سریع الفہم ہوں ان کی جگہ استعمال کیے جائیں۔'' [۴۲]

''رسالہ انجمن پنجاب'' نے اردو نثر کو نئے الفاظ و اصطلاحات کے حوالے سے وسعت دینے میں مہمیز کا کام کیا۔ جس کا اندازہ مذکورہ بالا اقتباس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ اردو زبان اس اعتبار سے ''رسالہ انجمن پنجاب'' کی منت بار احسان ہے۔ ۱۸۷۰ء میں ''رسالہ انجمن پنجاب'' بند ہو گیا۔ انجمن نے تعلیم کو فروغ دینے کے لیے یکم اپریل ۱۸۷۰ء کو ''ہمائے پنجاب'' جاری کیا جس کا اہتمام پنڈت مکندرام اور ادارت پنڈت گوپی ناتھ کے سپرد تھی لیکن ۱۸۷۱ء میں اس کی جگہ ''اخبار انجمن پنجاب'' نے لے لی جو سولہ صفحات پر مشتمل جمعہ کے روز شائع ہوتا تھا۔ اس کا انگریزی نام The Journal of the Anjaman-i-Punjab تھا۔ اسے بھی بدستور سرکاری سرپرستی حاصل رہی رسالے کا نام انگریزی تھا لیکن مواد اردو میں شائع ہوتا تھا۔ اس اخبار کے اجراء کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں:

> ''اس اخبار کا اجراء انجمن پنجاب کی طرف سے ہے اس سے مقصد اصلی یہ ہے کہ ہمارے ہم وطن خیالات انگریزی اور منشائے سرکار اور سرگذشت زمانہ سے واقف ہوں اور سرکار کو دیسی لوگوں کے خیالات ظاہر ہوں تاکہ اس سے حاکم اور محکوم دونوں کو فائدہ پہنچے اور بہبودی ملک ہو اس میں اپنے اپنے موقع پر مضامین مفصلہ ذیل میں درج ہوتے ہیں۔
>
> ۱۔ آرٹیکل یعنی جو امور وقتاً فوقتاً غور طلب ہوں ان پر اپنی اور اہل ملک کی رائے۔
>
> ۲۔ ایضاً دیگر انگریزی و دیسی اخباروں کی رائے۔
>
> ۳۔ مضامین علمی و بیان عیب و صواب کتب وغیرہ نو تصنیف شدہ
>
> ۴۔ حالات ممالک غیر اور ذکر رسم و رواج مختلف اقوام یورپ ایشیا، افریقہ، امریکہ، جو اب تک اس ملک کے لوگوں کو معلوم نہیں اور حال ان ممالک کی تاریخ قدیم کا
>
> ۵۔ خطوط اور خبریں

۶۔ خلاصہ قوانین واحکامات تبدیلی وتقرری وغیرہ عہدیداران وملازمان سرکاری

۷۔ اشتہارات مفید عام ومفید خاص"۔ ۴۳

مذکورہ بالا وہ مقاصد تھے جن کے پیش نظر آئندہ کے مضامین علمی، منقولات، مراسلات، ملکی و بین الاقوامی مسائل پر اظہار خیال، مختلف واقعات، انگریزی اخبار (پاؤنیر، انڈین پبلک اوپینیس، سول اینڈ ملٹری گزٹ) استنبول کے عربی اور فارسی اخبارات سے تراجم وغیرہ اس میں جگہ پاتے۔ اپریل ۱۸۷۱ء کے پرچہ کی بابت سردار عبدالحمید لکھتے ہیں:

"یہ رسالے کی ساتویں جلد کا چوتھا نمبر ہے پہلے انجمن کی مختصر کارروائی درج ہے اس کے بعد ایک مضمون بعنوان "معلومات جدید مقام تخت بائی واقع سرحد پنجاب" ڈاکٹر لائٹنر کا درج ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ تخت بائی میں نمونہ جات سنگ تراشی اور بت وغیرہ زمانہ سلف کے دیوتاؤں کے موجود ہوں گے چنانچہ اسی نیت سے وہاں تشریف لے گئے اور اپنے خیال کو انکشاف کا جامہ پہنایا۔ اس مضمون میں ڈاکٹر صاحب کے اس انکشاف کی پوری کیفیت درج ہے دوسرا مضمون جانوروں کی عقل حیوانی اور ان کے اوضاع کا بیان ہے اسے احمد بخش محافظ کتب خانہ انجمن نے "Spectator" سے ترجمہ کیا۔ آخر میں پندرہ صفحات "اخلاق ناصری" کے ترجمہ کے ہیں جو بالاقساط اس پرچہ میں شائع ہوتا رہا اور بعد ازاں کتابی صورت میں انجمن ہذا کی طرف سے شائع کیا گیا۔" ۴۴

"اخبار انجمن پنجاب" کی اشاعت ۹ اگست ۱۸۷۱ء میں "گارساں دتاسی کا مقالہ" "ہندوستانی زبان و ادب ۱۸۷۱ء میں" شائع ہوا۔ جو مسٹر ڈرمنڈ (Ed. Drummond) کے انگریزی مضمون سے اردو ترجمہ کیا گیا ۴۵ نیز اس میں پہیلیاں حل کرنے کی غرض سے پیش کی جاتیں تا کہ پڑھنے والوں کی ذہانت کی جانچ ہو سکے۔ ۴۶ اخبار انجمن پنجاب انگریزی اخبار "دی پبلک اوپینین" سے ایک انگریزی مضمون "انگریزی راج" کا ترجمہ اپنی ۱۹ ستمبر ۱۸۷۵ء کی اشاعت میں شائع کرتا ہے۔ انگریزی سے اردو نثری ترجمہ کا انداز مذکورہ اقتباس سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

"انگریز دیسی لوگوں کو مراتب اعلیٰ شاید اس وجہ سے نہیں دیتے کہ مبادا وہ سرکار سے سرکش ہو جائیں لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ جب تک حق تلفی رفع ہوتی رہے گی اور انصاف ہوتا رہے گا تب تک ہندوستان میں سرکشی کا ویسا ہی کم خطرہ ہے جیسا کہ سکاٹ لینڈ میں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا اندیشہ بغاوت اس بات سے کم ہو جائے گا۔ اگر باشندگان کے اسلحہ اوتار لیے جائیں گے اور ان کے ساتھ سلوک بد کیا جاوے گا" اگر یہی صورت رہی تو ہندوستان کے لیے ایک زمانہ وہ ہوگا کہ اس کی جنگی حرارت بالکل سرد ہو جاوے گی اور یہاں کے لوگ اپنے ملک کے بچاؤ کے لیے اپنا کلی حصہ دوسرے ملک والوں پر رکھیں گے کیا یہ بات حکمرانوں کے فائدے کی ہے کہ محکوم اس طرح

ضعیف کر دیے جائیں۔۔۔ یہ بزدلی کی مصلحت ہندوستانیوں کو جنگی علاقوں سے محروم کرنے کی
ان کی ساری خوشی کو خاک میں ملا دیتی ہے۔۔۔"[۷۷]

اس کے علاوہ "اخبار انجمن پنجاب" میں دیگر اخبارات پر تنقیدی تبصرے بھی شائع ہوتے تھے مثلاً ۲۸ جنوری ۱۸۷۶ء کا شمارہ "اخبار عالم" (میرٹھ) کی بابت اپنی رائے ان الفاظ میں دیتا ہے:

"خط صاف کاغذ شفاف ہوتا ہے مالک و ایڈیٹر محمد وجاہت علی خان ہیں۔ یورپ کی ایسی خبریں جس میں صنعت و ایجاد کا ذکر ہوتا ہے اس اخبار میں زیادہ تر درج ہوتی ہیں لیکن کوئی مضمون خاص ایڈیٹر کی جانب سے نہیں ہوتا۔ البتہ ہر جزو مضمون کے آخر میں رائے ایڈیٹر کی ہوتی ہے۔ خبریں نامہ نگاروں کی بھیجی ہوئی نہیں ہوتی۔ اخباروں سے نقل کر لی جاتی ہیں پہلے گورنمنٹ ممالک مغربی و شمالی واسطے افادہ سررشتہ تعلیم خریدا کرتی تھی لیکن اب موقوف کر دیے۔ ایڈیٹر صاحب جو رائے لکھتے ہیں وہ صائب اور معقول ہوتی ہے۔"[۷۸]

۱۸۷۵ء سے ۱۸۷۹ء کے متفرق پرچوں میں موجود مضامین کے موضوعات کا تنوع بتاتا ہے کہ اس میں سائنس، علم و ادب، معاشرہ، جغرافیہ، لسانیات[۷۹]، اردو، ہندی تنازع پر مباحث، تاریخ، مذہب[۸۰]، سیاست، معیشت، طب بمعہ معلومات عامہ اور شاعری الغرض ہر موضوع[۸۱] پر مضامین شائع ہوتے تھے۔ اس حوالے سے کچھ مضامین کے عنوانات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جس سے مذکورہ بالا موضوعات کی عکاسی ہوتی ہے۔

"مجموعہ ہیولی، قانون کشش و حرکت کا بیان، پالا، برف یخ کا بیان، کرۂ باد، بیان چلنے والی ہوا کا، بخارات، ابرو مینہ کا بیان، دریا کا بیان، علم بدیع، ادب، مضمون نویسی کے آداب، علم قیاف، علم کے واسطے تجربہ ضروری ہے۔ اہل چین کی زبان اور ان کی علمیت کا بیان، شعر و سخن کی اصطلاحات، فوائد علوم مختلف، علم تاریخ، خدا کا ہونا ثابت ہے حل سوالات علمی، حل سوالات اقلیدس، صحبت کے اثر، فقدان مخلوقات، حفظ صحت روحانی، کثرت ازدواج اور اس کے مضر نتیجے، شاعری اور اس کے اصول، مضمون فوائد صبر، سزائے بحرمان، قومی ترقی، آدمی کو کیا کرنا چاہیے۔ فضول خرچی بر موقعہ شادیات، ہمارے تعلیم یافتوں کی حالت، خوشی، ما بردہ ایم گنج میسر نمی شود، قومی ہمدردی، اصلاح رسوم، اہل ہنود، چھوٹی عمر کے قیدیوں کے لیے مدارس حرفت، خیرات خانے، مجرموں کی اصلاح، کیونکر ہم ہم پلہ یورپ کے ہو سکتے ہیں؟ فاحشہ عورتوں کے متفرق جگہ شہر میں رہنے سے بہت بڑے نقصانات۔
دریائے نیل کا بیان، وجہ تسمیہ بندر کھمبایت، حالات ملک روس، ملک منگولیا کا حال، حالات قصبہ نجف گڑھ، عبدالکریم پاشا، احمد مختار پاشا، دریائے ڈینیوب، مصلحات بلگیریا، زار روس، ٹرکی کی

حالت، مصر کی بھول بھلیاں، حالات حکمائے سلف، دنیا کے سات عجائبات، روئے زمین کی بڑی
بڑی معلومات ہرزگوویناکی بغاوت، بغداد استنبول ریلوے، صیغہ زراعت و تجارت، طریقہ
طبابت، جو بالفصل جاری ہے کس قدر اور نقصان مریضوں کو اس سے پہنچتا ہے۔ ہیضہ، رعایا
کیوں تنگ دست ہو جاتی ہے۔ بعض دیسی مدرسوں کی حالت، ایک پیسے کا ٹکٹ، تخفیف کا مسئلہ،
روسائے تعلیم یافتہ میں لکھنے والے ہندوستانی اخبارات، رائل ٹورسٹ''۔[۴۳]

مضامین کے ان موضوعات میں تنوع تو نظر آتا ہے لیکن ان میں ادبی موضوعات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ۹ اپریل ۱۸۷۴ء کو انجمن پنجاب نے جدید مشاعروں کی بنیاد رکھی تو لاہور کی ادبی فضا پر شاعری غالب آ گئی چنانچہ یہ مشاعرے اخبار انجمن پنجاب، ضمیموں کی شکل میں ''گلدستہ'' کے نام سے شائع کرتا تھا۔ اب انجمن کے جلسوں میں جو مضامین پڑھے جاتے وہ انجمن مفید عام قصور کے ''رسالہ'' میں شائع ہوتے جس کا اجرا ۴ اگست ۱۸۷۴ء میں ہوا۔ ڈاکٹر صفیہ بانو انجمن پنجاب ہی کی ایک شاخ قرار دیتے ہوئے لکھتی ہیں:

''جلد اول (رسالہ انجمن پنجاب) نمبر ا۔ بابت ماہ جولائی و اگست ۱۸۷۴ء رسالہ انجمن مفید عام قصور، یہ سطور اس رسالہ پر موجود ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب انجمن پنجاب کی کارروائیاں لاہور کے بجائے قصور سے مندرجہ بالا نام کے ساتھ شائع ہوتی تھیں۔ اس رسالے میں عام طور پر صرف مضامین ہی شائع ہوتے تھے جو مشاعروں کے علاوہ دیگر مجالس میں پڑھے جاتے تھے۔ گویا رسالہ انجمن پنجاب کے دو حصے ہو گئے ایک تو بطور ضمیمہ جو کافی ضخیم ہوتا تھا جس میں مشاعروں کی کارروائی درج ہوتی دوسرا حصہ قصور سے جس میں صرف مضامین شائع ہوتے تھے۔''[۴۴]

اس ضمن میں مزید لکھتی ہیں:

''اس کے پہلے صفحے پر ''رسالہ انجمن پنجاب در رسالہ قصور'' درج ہے یہ حسب معمول انجمن پنجاب کے اجلاسوں کی کارروائیاں اور مضامین شائع کرتا تھا۔ مصنفین بھی وہی تھے۔ اس ماہ جولائی، ماہ اگست، ستمبر، اکتوبر اور نومبر تک یہ پرچہ اسی نام سے شائع ہوتا رہا لیکن اس کے بعد رسالہ نمبر ۴ فروری ۱۸۷۷ء جلد نمبر ۳ (دو) میں انجمن قصور کا نام نہیں۔ اس پر صرف رسالہ انجمن پنجاب لکھا ہے اور جلسوں کی کارروائیاں درج ہیں۔''[۴۵]

قصور کا علاقہ جسے الحاق پنجاب (۱۸۴۹ء) کے وقت نظم و نسق کے حوالے سے لاہور میں شامل کر دیا گیا۔ بعد ازاں ۲۴ اکتوبر ۱۸۶۷ء کو اسے میونسپل کمیٹی کا درجہ دے دیا گیا۔ ''انجمن پنجاب'' کے زیر اثر ''انجمن مفید عام قصور'' قائم ہوئی اور مقاصد میں انجمن پنجاب کی ذیلی شاخ بن کر ابھری اور اپنا تشخص قائم کیا اس کی بابت شیخ اسماعیل پانی پتی کہتے ہیں: ''۶۔ جولائی ۴ ۱۸۷ء کو قصبہ قصور، ضلع لاہور

میں ایک ادبی، علمی، معاشرتی، تعلیمی اور اصلاحی انجمن کا انعقاد عمل میں آیا۔"[۶۶] چونکہ قصور لاہور ہی کا ایک قصبہ تھا اس لیے یہاں پر ہونے والی علمی وادبی ترقی دراصل لاہور ہی کی ٹیک نامی میں اضافے کا باعث بنی۔ "انجمن مفید عام" قصور نے اگست ۱۸۷۴ء ہی میں اپنا ماہنامہ "رسالہ" شائع کرنا شروع کیا۔ چونکہ ابتدا میں انجمن قصور کو اشاعتی ڈیکلریشن نہیں ملا تھا اس لیے انجمن قصور نے پنجاب کے اشاعتی حقوق استعمال کیے۔ عطا الرحمٰن کے مقالہ "پنجاب کی علمی وادبی انجمنیں" اور "جائزہ زبان اردو (پنجاب)" کے توسط سے "رسالہ" کی فہرست مضامین میں لسانی، سائنسی، تاریخی، تنقیدی، سماجی، قانونی اور ادبی موضوعات کا مطالعہ کیا جائے اور ساتھ ہی گذشتہ صفحات پر اخبار انجمن پنجاب میں ۱۸۷۵ء سے ۱۸۷۹ء کے مضامین کے موضوعات کے ساتھ تقابلی مطالعہ کریں تو ایک بات ضرور واضح ہوتی ہے کہ "رسالہ" انجمن مفید عام قصور کا پلڑا ادبی مضامین کے حوالے سے بھاری رہتا ہے۔ ۱۸۷۴ء کے بعد اور یہاں تک کہ ۸۲-۱۸۸۱ء کے دوران بھی اخبار انجمن پنجاب میں ادبی کے بجائے عمومی، سماجی اور سائنسی نوعیت کے مضامین ہی زیادہ تعداد میں دکھائی دیتے ہیں۔

مقالہ نگار اپنے مطالعہ سے نتیجہ اخذ کرتی ہے کہ ۱۸۷۴ء سے ۱۸۸۱ء تک کی جو فہرست مضامین مقالہ "پنجاب کی علمی وادبی انجمنیں" اور "جائزہ زبان اردو (پنجاب)" میں دی گئی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انجمن پنجاب کی سرپرستی میں "رسالہ" ایک منفرد علمی وادبی ماہنامہ کی صورت اختیار کر گیا تھا اور اسے یہ انفرادیت لاہور کے اہل قلم نے دی تھی کیونکہ انجمن پنجاب کے بیشتر اراکین کی تحریریں ماہنامہ "رسالہ" میں چھپتی تھیں لہٰذا "رسالہ" کا مطالعہ اس لیے ناگزیر ہے کہ لاہور کے اہل قلم کے مضامین اسی رسالے کی زینت بنتے رہے۔ چنانچہ اسے بھی لاہور کی علمی وادبی اردو نثر میں شمار کیا جائے گا۔ "رسالہ" کو یوں تو ملک بھر کے مصنفین (جن میں سر سید احمد خان، محسن الملک مولوی چراغ علی، وقار الملک بھی شامل تھے) کا قلمی تعاون حاصل تھا لیکن ان میں سے بیشتر لاہور میں موجود تھے۔ جن میں محمد حسین آزاد، مولانا الطاف حسین حالی، سیف الحق ادیب، منشی اعجاز نبی، مرزا افضل بیگ، حافظ حبیب اللہ خان، پنڈت حکم چند، مولوی خدا بخش، منشی دوست محمد خان، مولوی خدا بخش، منشی دین محمد، منشی رادھا کشن، سودھی حکم سنگھ، عبدالحکیم کلانوری، مولوی غلام اللہ، منشی غلام جیلانی، ڈپٹی غلام نبی خان، بابو فتح چند، مرزا مولوی فتح محمد ملک، مولوی کریم الدین، پنڈت کنہیا لال، مولوی محمد دین، معلم محمد شفیق، ڈپٹی محمد قادر بخش خان، منشی نرائن داس، مولوی ولی اللہ، مرزا نصیر الدین حیدر وغیرہ شامل تھے۔ نیز لاہور سے ہمعصر رسائل و جرائد مثلاً "آفتاب پنجاب"، "پنجابی اخبار"، "اخبار انجمن پنجاب"، "رہبر ہند"، "اخبار کوہ نور" اور "اتالیق پنجاب" سے بھی مضامین کو منقولات کے طور پر شائع کیا جاتا تھا۔

"رسالہ" میں ۱۸۷۴ء سے ۱۸۸۱ء تک شائع ہونے والے مضامین کا مطالعہ اس لیے دلچسپی اور اہمیت کا حامل ہے کہ یہ اہل لاہور کی لکھی ہوئی اردو نثر کے موضوعات اور اسلوب کا پتہ دیتے ہیں۔ سب سے بڑی خوبی اس رسالے کے علمی وادبی مضامین تھے۔ جن کے لکھنے والوں میں محمد حسین آزاد سرفہرست تھے۔ چنانچہ محمد حسین آزاد کے بیشتر علمی وادبی مضامین نے اسی رسالے سے مقبولیت پائی جو بعد ازاں "آب حیات" اور "نیرنگ خیال" اور "دربار اکبری" کا حصہ بنے۔ لہٰذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ مولانا آزاد ہی کے مضامین تھے جنہوں نے اردو نثر کو نہ صرف نیا اسلوب بیان دیا بلکہ موضوع کے تنوع اور لغت میں نت نئے الفاظ کا بھی قابل قدر اضافہ کیا۔ لاہور میں اردو نثر کے ارتقا کی سرعت اور ترقی کا اندازہ "رسالہ" میں شائع ہونے والے متنوع مضامین کی اس فہرست [۶۷] سے بخوبی کیا جا سکتا ہے

مولانا محمد حسین آزاد کے درج ذیل ادبی مضامین ملتے ہیں:

نظم اردو کی تاریخ (نومبر ۱۸۷۴ء)، بقیہ نظم اردو کی تاریخ (دسمبر ۱۸۷۴ء)، زبان اردو (یہ دراصل نیرنگ خیال کا دیباچہ ہے) (مئی ۱۸۷۵ء) زبان اردو (مقدمہ آب حیات کا جزو) (اگست ۱۸۷۵ء)، بقیہ زبان اردو (ستمبر ۱۸۷۵ء)، سکندر اعظم کے سفر ہندوستان کا بیان (ستمبر ۱۸۷۵ء)، بقیہ مضمون زبان اردو (نومبر ۱۸۷۵ء)، زبان اردو (مقدمہ آب حیات کا جزو) (دسمبر ۱۸۷۵ء)، اسلاف ہند کے طور وطریق، (فروری ۱۸۷۶ء)، اطوار ہندوستان (اپریل ۱۸۷۶ء)، عبدالرحیم خان خاناں کا حال (مئی ۱۸۷۶ء)، ''عجیب تذکرہ سلاطین بطور تاریخ''، ''شہرت عام اور بقائے دوام کا دربار (نیرنگ خیال)'' (جولائی ۱۸۷۶ء) راجہ بیربر کے واقعات اور لطائف (اگست ۱۸۷۶ء)، نیرنگ خیال (جون ۱۸۷۷ء)[۱۸]

سیف الحق ادیب دہلوی جن کے ذہن وفکر کو لاہور کی علمی وادبی فضا نے جلادی انہوں نے بے شمار مضامین لکھے چنانچہ ان کے درج ذیل مضامین اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں:

حقیقت سخن، (نظم کا تاریخی مضمون) (جولائی اگست ۱۸۷۴ء)، ''شکر نعمت (علم الاخلاق)''، تذکرہ فضائل ومحاسن مولانا الطاف حسین حالی انتخاب اشعار (دیوان حالی) (ستمبر اکتوبر ۱۸۷۴ء)، تذکرہ نظام رعنا اوران کے منتخب اشعار (نومبر ۱۸۷۴ء)، انسان کے دل وجسم کا تعلق، برقی روشنی کا بیان (اگست ۱۸۸۰ء)، شالامار باغ کی روشنی پر آرٹیکل (نومبر ۱۸۸۰ء)، اداریہ مشرقی علوم اوراخبار انجمن پنجاب (فروری ۱۸۸۱ء)، مضمون فردوس طوسی کا حال (مارچ ۱۸۸۱ء)، اداریہ اخبار انجمن پنجاب اور ہم (مئی ۱۸۸۱ء)، مسجد قرطبہ کا حال، آدم سے پہلے بھی دنیا میں آدم تھا، شہاب ثاقب یعنی سنگ آسمانی کا بیان، قدیم شہر بابل کی تاریخ، امریکا یعنی دنیا کب اور کیونکر دریافت ہوئی (جون ۱۸۸۱ء)، بخارات کی قدرتی قوت، آفتاب کی روشنی کا بیان، انسانوں کا قدیم الخلقت ہونا، حکمت یا علوم قدیم وجدید کا سلسلہ اوران کی تقسیم، سلطنت چین کی بے نظیر دیوار (جولائی ۱۸۸۱ء)، جزائر مرجان یعنی مونگوں کے عجیب وغریب جزیرے، حکیم سر آئزک نیوٹن کا حال، ''چینیوں کی تربیت اولاد، بیاہ شادی اور تجہیز وتکفین کی رسمیں''، اجسام روحی وغیر روحی کی تیز روی کا حساب، زگال معدنی یا پتھر کے کوئلہ کا بیان، (اگست ۱۸۸۱ء)، واقعات قابل یادداشت، زمین ہر ایک دلیل سے گول ہے، علم ہیئت کا تاریخی حال، زلزلہ دریافت کرنے کی ترکیب، عجائبات بحری، غم اور خوشی سے مرنا، معزول شاہ اودھ کی نئی تصنیف (ستمبر ۱۸۸۱ء) نقشہ اور تصویر کھینچنے کی نئی ترکیب، لوہا سخت کرنے کا طریق، حادثہ جدید، شہد بنانے والی چیونٹیوں کا بیان (اکتوبر ۱۸۸۱ء)، اداریہ ترجمہ وشرح منتخب بوستان، ظرافت کی ظرافت نصیحت کی نصیحت، ایک عجیب وغریب گھنٹہ، انگریزی ایجادوں کا مختصر حال، کرہ ماہ کی حقیقت، آچار ہولناک، گمشدہ بحری کا دریافت ہونا (نومبر ۱۸۸۱ء)

''رسالہ'' میں سیف الحق ادیب کے بعد سب سے زیادہ مضامین **مرزا مولوی فتح محمد بیگ** کے چھپے۔ مرزا صاحب ''رسالہ'' کی ادارت پر بھی مامور رہے اداریوں کے علاوہ ان کے علمی، مذہبی، معاشی، اور معاشرتی موضوعات پر درج ذیل مضامین شائع ہوئے۔

نقشہ توضیح معافی پنجاب (مئی ۱۸۷۵ء)، ترغیب وتحریص علم زراعت (جون ۱۸۷۵ء)، حالات ترقی دولت وتجارت انگلینڈ (جولائی ۱۸۷۵ء)، بقیہ علم زراعت، سلطنت کی حاجت اور مہذب حکومت کی تعریف (اگست ۱۸۷۵ء)، فوائد اتفاق (اکتوبر

۱۸۷۵ء)، اصول فن مناظرہ فصل سوم (نومبر ۱۸۷۶ء)، بقیہ اصول فن مناظرہ فصل سوم (فروری ۱۸۷۷ء)، بقیہ اصول فن مناظرہ فصل سوم (مارچ ۱۸۷۷ء)، بقیہ اصول فن مناظرہ فصل سوم (اپریل ۱۸۷۷ء)، پنجاب کی افسوسناک حالت (مئی ۱۸۷۸ء)، قومی عزت اور ملکی شوکت ترقی صنعت و زراعت پر موقوف ہے (ستمبر ۱۸۷۸ء)، فضیلت کی پگڑی اور طالب علموں کی تلخ زندگانی سے اتفاق (مئی ۱۸۷۹ء)، مذہب اسلام اور مسئلہ (مکمل رسالہ) (نومبر ۱۸۷۹ء)، بدگمانی (اپریل ۱۸۸۰ء)۔

ڈپٹی غلام نبی خان ریڈر چیف کورٹ پنجاب لاہور تھے۔ سرکاری ملازمت اور مصروفیات کے باوجود تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ ڈپٹی صاحب کا امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے ''صحافت کی ابتدائی تاریخ'' (اپریل ۱۸۷۶ء) کے عنوان سے صحافت کی ابتدائی تاریخ پر اردو نثر میں پہلا تحقیقی طرز کا مضمون لکھا۔ بقول اسماعیل پانی پتی ''یہ صحافت کی تاریخ پر پہلا مضمون ہے اس سے پہلے ہمیں کہیں پر صحافت کے موضوع پر مضمون نہیں ملتا''[۹۱] ''رسالہ'' میں ان کی فرہنگ لغات مستعملہ عدالت ہائے گورنمنٹ (جولائی، اگست ۱۸۷۴ء) تا اکتوبر ۱۸۷۶ء بالاقساط شائع ہوئی۔

مولوی محمد دین جو منشی محبوب عالم چیف ایڈیٹر ''پیسہ اخبار'' کے چچا تھے شعبہ تدریس سے وابستہ ہونے کی وجہ سے زیادہ تر علمی نوعیت کے مضامین لکھے جو ہمیشہ طلبا کو ذہنی جلا بخشتے رہے ہیں۔ ان مضامین کی تفصیل درج ذیل ہے۔

علم منطق کا تاریخی اور تعلیمی بیان (جولائی ۱۸۷۵ء)، منطق (ستمبر ۱۸۷۵ء)، بقیہ منطق (دسمبر ۱۸۷۵ء) فزیکل جیوگرافی (جغرافیہ طبعی) ترجمہ (فروری ۱۸۷۶ء)، حل سوالات ریاضی (علم حساب، مساحت، جبر ومقابلہ) (فروری ۱۸۷۶ء)، بقیہ فزیکل جیوگرافی (مارچ ۱۸۷۶ء)، بقیہ حل سوالات ریاضی (مارچ ۱۸۷۶ء)، بقیہ فزیکل جیوگرافی (اپریل ۱۸۷۶ء)، بقیہ حل سوالات ریاضی (مئی ۱۸۷۶ء)، بقیہ جغرافیہ طبیعی، حل سوالات ریاضی (جون ۱۸۷۶ء)، علم منطق، علم ریاضی (جولائی ۱۸۷۶ء)، قوت برقی یا کہربائی کا بیان، علم منطق (اگست ۱۸۷۶ء)، علم ریاضی (اکتوبر ۱۸۷۷ء)، علم ریاضی (نومبر ۱۸۷۷ء)، مسائل ریاضی (دسمبر ۱۸۷۷ء)، علم حساب (فروری ۱۸۷۸ء)، علم جرثقیل (فروری ۱۸۷۹ء)، علم جغرافیہ علم ریاضی (اگست ۱۸۷۹ء)، بقیہ علم جغرافیہ علم ریاضی (ستمبر ۱۸۷۹ء)، بقیہ جغرافیہ علم ریاضی (اکتوبر ۱۸۷۹ء)۔

منشی اعجاز نبی منشی ڈپٹی غلام نبی خاں کے بڑے بیٹے تھے۔ تاریخ نویسی سے رغبت رکھتے تھے چنانچہ اس موضوع پر درج ذیل مضامین لکھے۔

نپولین بونا پارٹ یعنی شہنشاہ فرانس کے اوضاع و اطوار کا بیان (فروری ۱۸۷۵ء)، سرگذشت رابنسن کروسو (اپریل ۱۸۷۵ء)، بقیہ سرگذشت رابنسن کروسو (جون ۱۸۷۵ء)

مرزا افضل بیگ: ''رسالہ'' کے ایڈیٹر بھی رہے۔ علمی اور تعلیمی نوعیت کے مضامین لکھتے تھے جو کہ درج ذیل ہیں:

جیالوجی یا علم خواص ارض (دسمبر ۱۸۷۷ء)، بقیہ (بحث متعلق قوت آبی) (فروری ۱۸۷۸ء)، بقیہ (بحث متعلق قوت آبی) (مارچ ۱۸۷۸ء)، بقیہ (بحث متعلق قوت آبی) (اپریل ۱۸۷۸ء)، بقیہ علم جیالوجی (پہاڑوں، معدنیات) (مئی ۱۸۷۸ء)، بقیہ علم جیالوجی (پہاڑوں، معدنیات) (جون ۱۸۷۸ء)، پہاڑوں کی ساخت اور ان کی اقسام (جولائی ۱۸۷۸ء)، بقیہ پہاڑوں کی ساخت

اوران کی اقسام (اگست ۱۸۷۸ء)

عبدالحکیم کلانوری: انجمن پنجاب کے رکن اور یونیورسٹی کالج میں استاد تھے۔ حکمت سے دلچسپی رکھتے تھے چنانچہ انہوں نے اردو نثر میں باقاعدہ تصانیف تاریخ عجم، انتخاب تاریخ التواریخ اور جلاء القلوب کے علاوہ طب کے موضوع پر مضامین لکھے جو درج ذیل ہیں:

شرح الحکمت (ستمبر اکتوبر ۱۸۷۴ء)، بقیہ شرح الحکمت (نومبر ۱۸۷۴ء)، بقیہ شرح الحکمت (دسمبر ۱۸۷۴ء)۔

منشی غلام جیلانی: چیف کورٹ پنجاب لاہور میں سرکاری ملازم تھے۔ مذہب سے لگاؤ کی بناء پر انہوں نے مذہبی اور اسلامی تاریخ واقدار کے حامل درج ذیل مضامین تحریر کیے:

علم تاریخ کے فوائد اور مطالب اور ایام جاہلیہ کا ذکر (مئی ۱۸۷۵ء)، حضرت ''محمد رسولؐ کی سوانح عمری کا معتزز بیان'' (جولائی ۱۸۷۵ء)، تذکرہ خلافت امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ (ستمبر ۱۸۷۵ء)، بقیہ سوانح عمری حضرت رسولؐ کا معتزز بیان (نومبر ۱۸۷۵ء)، بقیہ سوانح عمری حضرت رسولؐ کا معتزز بیان (مارچ ۱۸۷۶ء)، ذکر خلافت امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ (جون ۱۸۷۶ء)

پنڈت کنہیا لال نے تاریخ نویسی کے موضوع پر مستقل کتابوں ہنود کی مذہبی تاریخ، تاریخ پنجاب اور تاریخ لاہور کے علاوہ درج ذیل تاریخی مضامین بھی لکھے:

ہنود کی مذہبی تاریخ (تا رائن کی غرض پیدائش تک) (ستمبر اکتوبر ۱۸۷۴ء)، بقیہ ہنود کی مذہبی تاریخ (تا رائن کی غرض پیدائش تک) (دسمبر ۱۸۷۴ء)، تاریخ الہنود (مارچ ۱۸۷۶ء)، بقیہ تاریخ الہنود (جون ۱۸۷۶ء)

منشی رادھا کشن رئیس لاہور اور ''انجمن پنجاب'' کی لسانی کمیٹی میں زبان سنسکرت کے سینئر ممبر تھے، ان کے تحریر کردہ مضامین علمی، تعلیمی اور سائنسی حوالے سے اپنی پہچان رکھتے تھے جو کہ درج ذیل ہیں:

علم فلکیات (دسمبر ۱۸۷۷ء)، علم ہیئت کی بحث (مارچ ۱۸۷۸ء)، مسائل طبعیہ متعلق زمین وشمس وقمر وسیارگان (مئی ۱۸۷۸ء)، بقیہ علم مناظر (جون ۱۸۷۸ء)، قمر کا بیان متعلقہ علم ہیئت (اکتوبر ۱۸۷۸ء)، مقیاس الہوا کا بیان (جنوری ۱۸۷۹ء)

مولانا الطاف حسین حالی کا بھی ایک مضمون بالاقساط ''رسالہ'' میں چھپا جس کا عنوان تھا 'شرح الحکمت' ملے (نومبر ۱۸۷۴ء)، بقیہ شرح الحکمت (دسمبر ۱۸۷۴ء)

منشی دوست محمد چیف کورٹ پنجاب لاہور میں سرکاری ملازم تھے ان کے دو مضامین ''رسالہ'' میں ملتے ہیں: ''صنعت وحرفت (دسمبر ۱۸۷۶ء)، قانون گورنمنٹ پر لیکچر (مارچ ۱۸۷۷ء)''

سودھی حکم سنگھ ممبر تعلیمی کمیٹی انجمن پنجاب تھے انہوں نے قانونی موضوعات پر لکھا جن میں درج ذیل مضامین شامل تھے۔

شرح مطالب قانون (ستمبر اکتوبر ۱۸۷۴ء)، بقیہ شرح مطالب قانون (دسمبر ۱۸۷۴ء)، بقیہ شرح مطالب قانون (فروری ۱۸۷۵ء)، اقسام قانون کی شرح (مئی ۱۸۷۵ء)

برکت علی خان پیشہ کے اعتبار سے ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر تھے۔ بابو نوبین چندر کے یورپ جانے پر ۱۸۷۲ء میں انجمن پنجاب کے سیکرٹری بنے اور مسلمانوں کی تعلیمی سماشرتی اور اخلاقی حالت کی اصلاح کے لیے کوشاں رہے۔ انجمن اسلامیہ لاہور کے بانی اور سرسید احمد خان اور ان کی تحریک کے زبردست حامی و معاون تھے بقول اسماعیل پانی پتی ''لوگ انھیں پنجاب کا سرسید'' کہا کرتے تھے ایسے ان کی تحریریں مذہبی رجحانات کی حامل تھیں۔ ''رسالہ'' میں ان کا مضمون ''عورتوں کے حقوق'' (مارچ ۱۸۸۰ء) چھپا۔

مذکورہ اصحاب کے علاوہ منشی نرائن داس نے معاشی اور اخلاقی موضوعات کے حوالے سے ''ترقی صنعت'' (اپریل ۱۸۷۵ء) اور ''فوائد صبر'' (جولائی ۱۸۷۵ء) لکھے۔ مولوی کریم الدین نے کاشت کاری کے موضوع پر ''سہولت کاشتکاران'' (فروری ۱۸۷۵ء) جبکہ لالہ حکم چند (چلیڈر لاہور) نے ''ریاست جے پور کا تاریخی حال'' (ستمبر اکتوبر ۱۸۷۲ء) ''رسالہ'' میں لکھا۔

مندرجہ بالا مضامین کے موضوعات پر غور کریں تو ادبی تحقیقی، تنقیدی، سائنسی، علمی، تعلیمی، تاریخی، مذہبی، اخلاقی، طبی، قانونی، سوانحی کے علاوہ منطق، جغرافیہ اور ریاضی سے متعلق جتنے متنوع موضوعات ہیں اتنے ہی متنوع اسالیب بیان بھی اردو نثر کو میسر آئے جس سے لاہور کی اردو نثر نے وسعت پائی۔ ادھر ''اخبار انجمن پنجاب'' بھی بدستور نکلتا رہا۔ اس میں جو مضامین چھپ رہے تھے ان کی نوعیت عام طور پر سماجی، علمی و تعلیمی اور عوامی امور سے متعلق تھی۔ اس حوالے سے ۸۲-۱۸۸۱ء کی فہرست مضامین ملاحظہ ہو۔ قطع نظر اس سے کہ ادبی موضوعات پر مضامین نہ ہونے کے برابر تھے لیکن اس کے باوجود ۸۲-۱۸۸۱ء کے دوران ''اخبار انجمن پنجاب'' لاہور میں شائع ہونے والے ان مضامین کا یہ تنوع قابل دید ہے جو اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اردو نثر اس قابل ہو گئی تھی کہ اس میں ہر طرح کے موضوع کو بیان کرنے کی صلاحیت پیدا ہو چکی تھی۔ وہیں پنڈت رشی کیش اور بابو نوبین چندر رائے اردو نثر کے زود نولیس کے طور پر ابھرتے ہیں۔

۱۔ ''لندن کا انڈیا میوزیم اور ہندوستان میں مسٹری پرڈن کلارک کا مشن'' از صدر انجمن
۲۔ 'علاقہ پنچالہ کے مسائل' از پنڈت رشی کیش (اورینٹل کالج لاہور)
۳۔ ''گوتوں کا ماخذ'' از پنڈت رشی کیش
۴۔ ''عملی اور عوامی تعلیم'' از بابو نوبین چندر رائے
۵۔ ''بدھ مت اور جین مت'' از پنڈت رشی کیش
۶۔ ''ذات پات'' از پنڈت رشی کیش
۷۔ ''باقی میٹلوم درساڑھے پندرہ'' از مسٹر ایچ سرفوچی
۸۔ ''باقی میٹلوم درساڑھے پندرہ کا دیسی نظریہ'' از بابو نوبین چندر رائے
۹۔ ''ریلوے کے ملازموں کے لیے پراویڈنٹ فنڈ'' از مسٹر ڈبلیو پی اینڈ ریو
۱۰۔ ''ہندووں کی زبان جس سے سرکاری سکولوں میں بے اعتنائی برتی جاتی ہے''
۱۱۔ ''کھتری فرقے کی تقسیم'' از مسٹر ڈبلیو کولڈ سٹریم سی ایس
۱۲۔ ''مذہب: یونیورسٹی میں تدریسی مضمون کے طور پر'' از بابو پنچانن کرجی

۱۳۔ ’’ہندوؤں کے تہوار ’ہولی‘ کا ماخذ‘‘ از پنڈت رشی کیش بھٹا چارجی

۱۴۔ ’’سورج کا ساکن ہونا: ویدوں کی روشنی میں‘‘ از بابو نوبین چندر رائے

۱۵۔ ’’بچپن کی شادی‘‘ از لالہ چونی لال ایم اے

۱۶۔ ’’دھیگر کھتریوں کی اصلیت‘‘ از پنڈت رشی کیش شاستری

۱۷۔ ’’ہندوستانی زراعت‘‘ (ایل کی طرف سے انجمن کو پیش کردہ مقالہ)

۱۸۔ ’’گوترے اوران کی ذیلی تقسیم‘‘ از پنڈت گورو پرشاد

۱۹۔ ’’مشرق کے نامنہاد، دھماکہ خیز، علوم‘‘ از بابو پنچانن کرجی

۲۰۔ ’’تعلیم کی ترقی میں رکاوٹیں‘‘ (مڈل سکول کے امتحانات) ایک استاد کے قلم سے

۲۱۔ ’’غریبوں کی منظم امداد‘‘ از ڈاکٹر سنٹر

۲۲۔ ’’ضلع بجنور میں زرعی ترقی کی روئداد‘‘ از پنڈت سری لال

۲۳۔ ’’چھوٹی عمر کی شادی: تعلیم نسواں میں رکاوٹ‘‘ از ایف سی سانیال

۲۴۔ ’’سرکاری سکولوں میں مذہبی تعلیم‘‘ از بابو نوبین چندر رائے

۲۵۔ ’’ہندوستانی ادبیات کی تاریخ کے سلسلے میں البرسٹ ویبر کے لیکچروں پر تبصرہ‘‘ از پنڈت رشی کیش

۲۶۔ ’’پنجاب ناردرن سٹیٹ ریلوے کے حکام کے لیے تجاویز‘‘ از بھائی جیت سنگھ

۲۷۔ ’’اُپاپلو سے ’اُپلو‘ کی شناخت‘‘ از پنڈت رشی کیش شاستری

۲۸۔ ’’پنجاب میں صحت وصفائی‘‘ از لالہ کاشی رام

۲۹۔ ’’صحت وصفائی کے متعلق ہماری ضروریات‘‘ از بابو نوبین چندر رائے

۳۰۔ ’’دیسی ادبیات کی تخلیق‘‘ از بابو نوبین چندر رائے

۳۱۔ ’’رومن اردو پر حواشی‘‘ (سینٹ کے کچھ اراکین کے قلم سے)

۳۲۔ ’’دیسی ریاستوں میں تعلیم‘‘ از بابو پنچانن کرجی

۳۳۔ ’’تعلیمی اصلاحات‘‘ از پنڈت ایشری پرشاد

۳۴۔ ’’سینٹ تھامس کالج مری سے ملحق دیسی شرفا کے لڑکوں کے لیے ایک کالج قائم کرنے کی تجویز‘‘

۳۵۔ ’’اتحادی کونسلوں کے اختلاط سے آبادی میں اضافہ‘‘

۳۶۔ ’’ہندوستان میں انجینئر اور انجینئری کا پیشہ‘‘ از این ای جیننگ سی ای

۳۷۔ ’’نچلی ذاتوں کے ضمن میں ہندو قانون سازی‘‘، پنڈت رشی کیش شاستری

۳۸۔ ’’جبرائیل کا حال: وہ ملک جہاں ابھی تک کوئی سیاح نہیں پہنچا‘‘ از میر عبداللہ

۳۹۔ ''۱۸۸۱ء کی مردم شماری سے متعلق مسائل'' از ڈی سی جے ابٹسن سی ایس

۴۰۔ ''ہندوستان اور ہمسایہ ممالک کا لسانیاتی نقشہ'' از انجمن

۴۱۔ ''قیصر ہند'' از ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹنر (مئی ۱۸۷۶ء کی کارگزاری سے اخذ کر کے پھر سے چھاپا گیا)

۴۲۔ ''مسٹر ایم ایس ہاویل کی عربی گرامر پر تبصرہ'' از پیرزادہ محمد حسین

۴۳۔ اعتماد الدولہ فنڈ کی اصلیت کے متعلق مضامین

۴۴۔ ''ڈائریکٹروں کی عدالت سے تعلیمی روبکار کا اقتباس اور اس پر تبصرے''

۴۵۔ ''کیا مہابھارت کا مصنف ہی شری مدبھاگوت کا مصنف ہے جیسا عموماً خیال کیا جاتا ہے؟'' از پنڈت گورو پرشاد

۴۶۔ ''ہندوستانی زراعت'' از بابو نوبین چندررائے

۴۷۔ ''بھاگ پر بودھ'' از پنڈت رشی کیش شاستری

۴۸۔ ''پنجاب میں ایک زراعتی سکول کی ضرورت'' بابو نوبین چندررائے

۴۹۔ ''پنجاب یونیورسٹی کالج'' از بابو نوبین چندررائے

۵۰۔ ''پنجاب میں تعلیم نسواں'' از بابو نوبین چندررائے

۵۱۔ ''ڈیرہ دوں میں جنگلات کا سکول'' از بیڈن پاویل سی ایس

۵۲۔ ''پنجاب میں کپاس کی کاشت کی رپورٹ برائے ۸۰-۱۸۷۹ء پر تبصرہ'' از بابو نوبین چندررائے

۵۳۔ ''کیا سنی مسلمان دنیا کے لیے سلطان ترکیہ ''خلیفہ'' ہیں؟'' از ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹنر

۵۴۔ ''ہندی کی نئی ابجد'' از بابو نوبین چندررائے

۵۵۔ ''ہندوستان میں یورپی اور یوریشین لوگوں کے بچوں کی تعلیم'' از بابو نوبین چندررائے

۵۶۔ ''دیسی ریاستوں میں تعلیم'' از بابو پنچانن کرجی

۵۷۔ ''لندن یونیورسٹی کے امتحانات کا تعارف'' از پروفیسر ٹی سی لیوکس

۵۸۔ ''تعلیمی تجاویز'' از بابو مہیش چندردت

۵۹۔ ''شال بافی کی صنعت میں استعمال ہونے والے خاکوں، ہندسوں اور رنگوں کی علامات کا تجزیہ مع کلید ہذا و قالین بافی اور ریشمی دھاگے کا حساب'' از ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹنر

۶۰۔ فلورلس اور ینٹل کانگریس کی کارگزاری

۶۱۔ ''سود جاتی'' پر مضمون اور خطوط از لالہ جیون داس، پنڈت رشی کیش، مسٹر ڈی سی ابٹسن، مسٹر سی ای گلیڈسٹون پریم ساگر، پنڈت بام دیو وغیرہ

۶۲۔ ''پنجاب کی نمائندہ کونسل'' از ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹنر

۶۳۔ ''پنجاب کی تعلیمی رپورٹ برائے ۱۸۸۰-۸۱ء'' از بابو نوبین چندررائے

۶۴۔ ''ہندوؤں کی ذاتوں کی ذیلی تقسیم'' از پنڈت رشی کیش

۶۵۔ ''ہندوستان میں تعلیم: تحقیقات کے لیے خاکہ'' از ریورنڈ جے جے جونسٹن

۶۶۔ ''دیسی سول سروس'' از ڈاکٹر لائٹر

۶۷۔ ''دیسی نوجوانوں کو انگلستان بھیجنے کے خطرات'' از ڈاکٹر ڈبلیو جی لائٹنر

۶۸۔ ''نمائندہ صوبائی کونسل کے متعلق انجمن پنجاب کے جاری کردہ سوالات''

۶۹۔ ''تعلیمی کمیشن اور انجمن پنجاب'' از ڈاکٹر جی ڈبلیو لائٹنر

۷۰۔ ''فن لطیف پر ایک مقالہ'' از ایچ بی ڈبلیو گیرک

۷۱۔ ''صنعتی نمائشوں سے حاصل شدہ عملی سبق'' از بی ایچ بیڈن، پاویل سی ایس

۷۲۔ ''سویری فرقہ'' از ایچ بی ڈبلیو گیرک

۷۳۔ ''ہشت نگر میں آثارِ قدیمہ کی تازہ ترین دریافت'' از ایچ بی ڈبلیو گیرک

۷۴۔ ''ذات پات اور فرقہ جاتی ناموں کی اصلیت اور ان کی چھان بین کی عملی قدر و قیمت'' از ایف آر جی ایس از لیفٹیننٹ آر سی ٹمپل

۷۵۔ ''دریائے سندھ اور نیئر کس پر ایک مقالہ'' از کارمیکلمی

۷۶۔ ''حکومت ہند کے آخری میزانیے پر حواشی'' از رائے حکم چند

۷۷۔ ''ملکی یونیورسٹی کے مقاصد اور ضروریات'' از پروفیسر ٹی سی لیوکس ایم اے

مذکورہ بالا مضامین کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کرنا دشوار نہیں کہ اخبار انجمن پنجاب کا مقصد نہایت وسیع تھا۔ جس میں اہل پنجاب کے اخلاق کی اصلاح؛ قدیم اور فرسودہ رسوم ترک کرنے پر عوامی رائے کو مشتہر کرنا؛ عوام کو مہذب اور شائستہ بنانا؛ جدید علمی ترقیات کی ترغیب دلانا؛ علمی نقطۂ نظر کی اصلاح کو فروغ دینا؛ طب اور انجینئرنگ کے مضامین کو اردو میں ڈھالنا؛ توضیحی مقالے اور تبصرے کرنا؛ ادب کا صحیح مذاق پیدا کرنا؛ اردو زبان کو قوم کے اجتماعی فکر کا ترجمان بنانا؛ تعلیمی ترقی کے لیے صوبہ پنجاب میں یونیورسٹی کے قیام کی حکومتی کوششوں سے عوام کو آگاہ کرنا نیز جدید اردو شاعری کو فروغ دینا۔ اس حوالے سے مشاعروں کی روداد اور نظمیں، ضمیمہ ''گلدستہ'' کی صورت میں شائع کی جاتی تھیں۔ پرلطف بات یہ ہے کہ یہ سب مقاصد رواں، سادہ اور عام فہم اردو نثر کو وسیلے کے طور پر استعمال کر کے حاصل کیے گئے۔

''انجمن پنجاب'' لاہور سے انجمن سازی کی ایک نئی روایت کی داغ بیل پڑتی ہے جس سے لوگوں میں نئے حالات اور تقاضوں کے مطابق خود کو ہم آہنگ کرنے کا شعور پیدا ہوا اور مسلمانوں نے اپنی صلاحیتوں اور مضمحل قوٰی کو مجتمع کر کے فلاحی اور علمی و مذہبی شعور کو بیدار کیا۔ ان انجمنوں کے قیام سے اردو نثر کو اس طور فائدہ پہنچا کہ اپنے خیالات و نظریات کی ترویج و اشاعت کے لیے اپنے

رسائل کا اجرا بھی کیا جس کے لکھنے والے عموماً احباب علم وادب ہی ہوا کرتے تھے۔ ''انجمن پنجاب'' اور اس کی تقلید میں قائم ہونے والی انجمنوں[۴] کے مقاصد بہت وسیع تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو سنوارا اور انہیں تمام شعبہ ہائے زندگی میں ترقی کی راہ پر گامزن کیا۔ یتیموں، بیواؤں کی دیکھ بھال پر توجہ دی؛ عیسائی مشنریوں اور آریہ سماج ہندوؤں کے اسلام اور پیغمبر اسلام پر رکیک حملوں کا تحریری وتقریری جواب دیا؛ مسلمانوں کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دی؛ سکول قائم کیے؛ طلباء کے لئے وظائف کا اجراء کیا؛ نو مسلموں کو روزگار فراہم کیا؛ اردو زبان کے فروغ اور تحفظ کے لیے جدو جہد کی؛ مساجد کی دیکھ بھال کرنا اور غیر اسلامی روایات کے خاتمہ کا شعور بیدار کیا۔ غرض یہ علمی و ادبی انجمنیں اہل لاہور کی ذہنی ترقی میں بے حد مدو معاون ثابت ہوئیں۔

(i انجمن اسلامیہ لاہور:

یہ انجمن ۱۸۶۹ء میں وجود میں آئی جسے انجمن پنجاب کی معاونت حاصل تھی اور اس کے بانی خان بہادر برکت علی خان تھے جو مسلمانوں کی تعلیمی، معاشرتی اور اخلاقی حالت سوارنے کے زبردست خواہاں تھے۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لیے اس انجمن کا قیام عمل میں آیا۔ انجمن کی سرگرمیاں اور کارروائیاں وقتاً فوقتاً ''اخبار انجمن پنجاب''[۵] میں شائع ہوتی تھیں۔

(ii انجمن مفید عام قصور ضلع لاہور:

''انجمن پنجاب'' کے تتبع میں ۶ جولائی ۱۸۷۴ء کو منشی قادر بخش اور منشی غلام نبی کی سرپرستی میں انجمن وجود میں آئی۔ چونکہ الحاق پنجاب (۱۸۴۹ء) کے بعد قصور نظم ونسق کے حوالے سے لاہور میں شامل رہا ہے اس لیے ''انجمن پنجاب'' کی پیروی میں قائم ہونے والی اس انجمن کو ''انجمن پنجاب'' کی ذیلی شاخ ہی کہا جائے گا۔ ''انجمن مفید عام'' قصور نے اگست ۱۸۷۴ء میں اپنے ''رسالہ'' کا اجراء کیا جس میں انجمن پنجاب میں پڑھے جانے والے مضامین کے علاوہ لاہور کے نامور ادباء کی تحریریں[۶] بھی اس کی زینت بنتی رہیں۔ اس اعتبار سے اس رسالے کی نوعیت علمی و ادبی تھی۔

(iii انجمن ہمدرد اسلامیہ لاہور ۱۸۸۰ء:

اس انجمن کا قیام ۱۸۸۰ء میں نواب صادق حسین خان آف بھوپال کی سرپرستی میں عمل میں آیا۔ بنیادی طور پر اس کا مقصد مسلمان قوم کی ترقی اور مسلمانوں کے خلاف مذہبی جارحیت کا دفاع کرنا تھا۔ اس انجمن نے اپنا ایک رسالہ ''اشاعت السنۃ'' کے نام سے جاری کیا۔ جس میں انجمن کی کارروائیوں کے علاوہ مذہبی نوعیت کے مضامین شائع ہوتے تھے۔

(iv انجمن حمایت اُردو:

۱۸۸۱ء میں قائم ہونے والی یہ انجمن اردو زبان کے دفاع اور ہندوؤں کی جانب سے ہندی کو بطور سرکاری زبان نافذ کرنے کے خلاف ردعمل کے طور پر وجود میں آئی۔

(v انجمن حمایت اسلام لاہور:

۲۴ ستمبر ۱۸۸۴ء کو اندرون موچی دروازہ لاہور کی سربرآوردہ شخصیات خان بہادر محمد کاظم، حاجی میر شمس الدین، شمس العلماء شمس الدین شائق، خلیفہ حمید الدین، میاں کریم بخش، مولوی غلام اللہ قصوری، خلیفہ عماد الدین، شیخ پیر بخش، مرزا عبدالرحیم دہلوی، مولوی

سید احمد دہلوی، مرزا ارشد گورگانی، مولوی احمد دین وکیل، شیخ ایزد بخش، مولوی عبداللہ، مولوی دوست محمد، میاں محمد چٹو، ڈاکٹر محمد دین ناظر، منشی محبوب عالم، بابا نجم الدین، بہادر الدین، مولوی غلام محی الدین، شیخ عظیم اللہ اور میاں عبدالعزیز کی مشترکہ کاوشوں سے یہ علمی و ادبی و ثقافتی انجمن وجود میں آئی۔ جس کا بنیادی مقصد عیسائیوں کی اسلام مخالف تبلیغ کا سدباب کرنا اور اسلامی ادب کی اشاعت تھا۔ ''انجمن حمایت اسلام'' کے جلسے علمی و ادبی نثر کے فروغ کا باعث بنے۔ اس کو مزید تقویت انجمن کے ہفتہ وار مجلّہ ''حمایت اسلام'' سے ملی۔ اردو زبان و ادب کی تشہیر میں اس انجمن کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے محمد حنیف شاہد لکھتے ہیں:

> ''آزادی سے قبل پنجاب میں اردو کی ترویج و اشاعت کا سب سے بڑا مرکز لاہور اور لاہور کی انجمن حمایت اسلام کے تعلیمی و اشاعتی ادارے اور اس کے سالانہ جلسے تھے۔ یہ سالانہ جلسے اپنی دیگر خصوصیات کے علاوہ اردو کے فروغ اور اشاعت کے بڑے گہوارے تھے جہاں سے ملک بھر کے ممتاز ترین علماء و فضلاء اور مقررین اردو زبان میں اپنے خیالات افکار کا اظہار فرماتے تھے۔ اردو زبان و ادب کا یہ گراں بہا خزانہ سالانہ رودادوں اور حمایت اسلام کے پرچوں میں محفوظ ہے۔''[۷۸]

انجمن کے مجلّہ ''حمایت اسلام'' نے بااحسن خوبی علمی ادبی اور مذہبی خدمت کا فریضہ انجام دیا اور اس حوالے سے اردو نثر کو فروغ ملا۔ نیز انجمن نے علمی اداروں کے قیام کے ساتھ بہت سی اردو کی درسی کتب بھی مرتب کیں۔ ''انجمن حمایت اسلام'' کی علمی و ادبی حیثیت کا اہمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل علمی و ادبی شخصیات سے ہوتا ہے جنہوں نے انجمن کے جلسوں کو رونق بخشی اور اپنے لیکچرز سے علم و ادب کی خدمت کا فریضہ ادا کیا۔ ان میں سرسید احمد خاں، مولانا الطاف حسین حالی، مولانا شبلی نعمانی، مولوی نذیر احمد، علامہ اقبال، مولانا ابوالکلام آزاد، مولوی محمد عبداللہ ٹونکی، نواب سر ذوالفقار علی کان، شیخ عبدالقادر، مرزا عبدالغنی، مرزا ارشد گورگانی، مولانا ظفر علی خان، خوشی محمد ناظر، غلام بھیک نیرنگ، مولوی احمد دین، خواجہ دل محمد، مولوی اصغر علی روحی، نواب سراج الدین سائل دہلوی، نواب وقار الملک، نواب محسن الملک، خان بہادر برکت علی خان، آغا حشر کاشمیری، جسٹس شاہ دین ہمایوں، سید ناظر حسین ناظم لکھنوی، مولوی سید ممتاز علی، سید سلیمان ندوی، مولانا غلام قادر گرامی وغیرہ شامل ہیں۔ دینی ادب کی اشاعت کے سلسلہ میں بھی انجمن حمایت اسلام منفرد مقام رکھتی ہے۔ مذکورہ انجمنوں کے علاوہ ''انجمن پنجاب'' کی معاونت اور تقلید میں قائم ہونے والی ان انجمنوں کا ذکر بھی ملتا ہے جن میں سے دو عیسائیوں کی اور دو ہندوؤں کی تھیں۔

[۷۹] Punjab Book and Treat Society (1872)، [۸۰] Punjab Auxiliary Bible Society (1872)، ''ست سبھا''[۸۱]، ''دھرم ست سبھا'' ۱۸۷۳ء، ''سری گورو سنگھ سبھا ایسوسی ایشن''[۸۲] لاہور، اردو بزم مشاعرہ لاہور (۱۸۸۵ء)[۸۳]، حکیم شہباز احمد دین کی بیٹھک لاہور[۸۴] (۱۸۹۵ء)، انجمن اتحاد لاہور (۱۸۹۷ء)[۸۵]، بزم قیصری لاہور (۱۸۹۸ء)[۸۶]، انجمن نعمانیہ[۸۷] لاہور، انجمن خدام الدین[۸۸] لاہور، انجمن مسلم نوجوانان ستارہ ہند، انجمن انصار ملت، انجمن مجاہدین اسلام، مسلم اکنامک ایسوسی ایشن۔

انیسویں صدی کے نصف دوم میں لاہور میں قائم مذکورہ انجمنوں نے نہ صرف عوام الناس میں ادب کا صحیح ذوق پیدا کیا اور علم و ادب کی گراں قدر خدمات انجام دیں بلکہ اردو زبان اور اردو نثر کو فروغ دینے کے لیے قابلِ تحسین خدمات بھی انجام دیں۔ بحیثیت مجموعی دیکھیں تو قائم ہونے والی ان علمی و ادبی انجمنوں کے بالعموم دو بنیادی مقاصد تھے؛ اول یہ کہ لوگوں کو مشرقیات کی جانب از سرِ نو رغبت دلائی جائے اور قدیم علمی و ادبی شاہکاروں کی اشاعت عمل میں لائی جائے، دوم: یہ کہ اردو میں انگریزی کی علمی تصانیف کو منتقل کیا جائے، جس میں انھیں کامیابی ہوئی۔

حواشی

۱۔ آغا محمد باقر: ''مرحوم انجمن پنجاب'' مشمولہ مقالات منتخبہ اورینٹل کالج میگزین، لاہور، ۱۹۷۹ء، ص: ۱۲۲

۲۔ ڈاکٹر صفیہ بانو کے بقول سررشتہ تعلیم کے منتظم اعلیٰ کرنل ہالرائیڈ نے ڈاکٹر لائٹر کو اس انجمن کو قائم کرنے کی ہدایت کی تھی۔ ملاحظہ ہو ''انجمن پنجاب تاریخ و خدمات''

۳۔ انگریزی میں اس کو Society for the diffusion of useful knowledge in Punjab کہتے تھے بعض سرکاری رپورٹوں اور انجمن کے رسائل میں اسے مختصر اور عام پسند نام ''انجمن پنجاب'' کے نام سے پکارا گیا۔ ہندو لوگ اس انجمن کو ''سکشن سبھا'' یعنی حلقہ تعلیم کے نام سے پکارتے تھے (ملاحظہ ہو خطبہ ۲۔ دسمبر ۱۸۶۵ء مشمولہ ''خطبات گارساں دتاسی'' (جلد دوم)

۴۔ بابو نوبین چندر کے یورپ جانے کے بعد ۱۸۷۴ء میں انجمن پنجاب میں ان کے فرائض برکت علی خان نے سنبھالے۔

۵۔ یہ فہرست اراکین آغا محمد باقر کے مضمون ''مرحوم انجمن پنجاب'' مشمولہ مقالات منتخبہ اورینٹل کالج میگزین'' لاہور ۱۹۷۹ء سے لی گئی ہے۔

۶۔ اشفاق احمد: (مترجم) ''انجمن پنجاب کے مقاصد اور قواعد'' مشمولہ ''صحیفہ'' لاہور، شمارہ نمبر ۴۲، جولائی ۱۹۶۸ء، ص: ۷۸

۷۔ آغا محمد باقر: ''مرحوم انجمن پنجاب'' مشمولہ ''مقالات منتخبہ اورینٹل کالج میگزین'' ص: ۱۲۶

۸۔ اس حوالے سے ۱۸۶۹ء میں اس موضوع پر مضامین لکھنے اور ان پر انعام دیئے جانے کا اعلان کیا گیا کل ۳۰ مضامین موصول ہوئے۔ اس حوالے سے انجمن پنجاب کی رپورٹ ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

۹۔ ان مجالس اور منعقدہ لیکچرز کی کارروائیوں کا ذکر ''سرکاری اخبار'' اخبار ''کوہ نور'' اور ''پنجابی اخبار'' میں ملتا ہے۔

۱۰۔ مقالہ نگار کی رائے میں یقیناً یہ ترجمہ بابو نوبین چندر نے ہندی میں پڑھا ہو گا کیونکہ وہ شعبہ انگریزی کے ۱۸۷۴ء تک سیکرٹری رہے۔ گارساں دتاسی کے خطبات اور مقالات ہی سے اندازہ ہوتا ہے کہ بابو نوبین چندر ہندی میں بھی مہارت رکھتے تھے جبکہ ڈاکٹر صفیہ بانو نے بابو نوبین چندر کے نام کا حتمی تعین نہیں کیا۔

۱۱۔ خواجہ عبدالوحید: (مرتب) ''جائزہ زبان اردو پنجاب'' اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۵ء، ص: ۱۲۲

۱۲۔ اس قسم کی بہتری کے حوالے سے محمد حسین آزاد کی تحریر کردہ انجمن پنجاب کی ۱۸۶۷ء کی وہ رپورٹ ملاحظہ کی جا سکتی ہے جو آغا محمد باقر نے اپنے مضمون ''مرحوم انجمن پنجاب'' مشمولہ مقالات منتخبہ اورینٹل کالج میگزین کے صفحہ ۱۶۴ پر دی ہے۔

۱۳۔ گارساں دتاسی: ''مقالات گارساں دتاسی'' حصہ۔۔۔ کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۶۴ء، ص: ۲۶۵

۱۴۔ آغا محمد باقر: ''مرحوم انجمن پنجاب'' مشمولہ ''مقالات منتخبہ اورینٹل کالج میگزین''، ص: ۱۷۴

۱۵۔ صفیہ بانو، ڈاکٹر: ''انجمن پنجاب تاریخ وخدمات'' کراچی، کفایت اکیڈمی، ۱۹۷۸ء، ص: ۲۱۰

۱۶۔ دتاسی کے خطبات سے بھی کتب پر ہونے والے مباحث کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کی بابت اپنے خطبہ ۲ دسمبر ۱۸۶۷ء میں لکھتا ہے:

> ''عجائب وغرائب کے متعلق لاہور کی انجمن میں خوب بحث رہی ایک جماعت کا خیال تھا کہ یہ کتاب اس لائق نہیں ہے کہ اس کو مدارس کے نصاب میں داخل کیا جائے۔ وجاہت علی نے اس کی بہت مبالغہ آمیز توصیف لکھی ہے'' (خطبات گارساں دتاسی (حصہ دوم) ص: ۱۶۹)

۱۷۔ آغا محمد باقر: ''مرحوم انجمن پنجاب'' مشمولہ ''مقالات منتخبہ اورینٹل کالج میگزین''، ص: ۱۳۶ تا ۱۳۸ ملاحظہ ہو۔

۱۸۔ ایضاً، ص: ۱۶۹

۱۹۔ مضمون کی عکسی نقل کے لیے ملاحظہ ہو مقالہ ہذا کا ضمیمہ نمبر ا

۲۰۔ یہ تفصیل آغا محمد باقر کے مضمون ''مرحوم انجمن پنجاب'' اور ڈاکٹر صفیہ بانو کی کتاب ''انجمن پنجاب تاریخ وخدمات'' سے لی گئی ہے۔

۲۱۔ آزاد، محمد حسین مولانا: ''نظم آزاد''، لاہور، مطبع کریمی، بار سوم ۱۹۶۶ء، ص: ۸

۲۲۔ ایضاً، ص: ۵

۲۳۔ ایضاً، ص: ۱

۲۴۔ ایضاً، ص: ۲

۲۵۔ ایضاً، ص: ۷

۲۶۔ آغا محمد باقر: ''مرحوم انجمن پنجاب'' مشمولہ ''مقالات منتخبہ اورینٹل کالج میگزین''، ص: ۱۷۱

۲۷۔ ایضاً، ص: ۱۷۴

۲۸۔ صفیہ بانو، ڈاکٹر: ''انجمن پنجاب تاریخ وخدمات''، ص: ۳۹۳، ۳۹۴

۲۹۔ یہ فہرست مضمون ''انجمن پنجاب'' (دوسری قسط) مترجم: اشفاق انور مشمولہ ''صحیفہ'' جنوری ۱۹۶۸ء سے مرتب کی گئی ہے۔

۳۰۔ اورینٹل کالج یونیورسٹی لاہور کے ضمن میں ہونے والی کاوشوں کا ذکر خطبات گارساں دتاسی ۳ دسمبر ۱۸۶۶ء، ۱۸۶۷ء، ۱۸۶۸ء، ۱۸۶۹ء اور مقالات گارساں دتاسی ۱۸۷۰ء تا ۱۸۷۱ء، اور ۱۸۷۲ء کے علاوہ رسالہ ''اتالیق پنجاب'' میں بھی ان کاوشوں کا ذکر ہوا

رہا ہے۔تفصیلات کے لیے تاریخ یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور (مرتبہ) ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، لاہور جدید اردو ٹائپ پریس، ۱۹۶۲ء بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

۳۱۔ امداد صابری: ''اردو کے اخبار نویس'' (جلد اول)، دہلی، چوڑی والان، ۱۹۷۳ء، ص: ۳۶۶

۳۲۔ رضیہ نور محمد: ''اردو زبان و ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی جائزہ'' (غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی اردو) لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۵ء، ص: ۳۹۴

۳۳۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''ہندوستانی زبان و ادب ۱۸۷۲ء'' مشمولہ ''مقالات گارساں دتاسی'' (جلد اول)

۳۴۔ شفیق انجم، ڈاکٹر: ''اردو افسانہ'' اسلام آباد، پورب اکادمی، طبع اول، فروری ۲۰۰۸ء، ص: ۱۸

۳۵۔ اسلم فرخی، ڈاکٹر: ''محمد حسین آزاد حیات و تصانیف'' کراچی، انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۶۵ء، ص: ۳۲۴

۳۶۔ اردو کے علاوہ فارسی ہندی، پنجابی اور سنسکرت زبان کی کتب تفصیلی فہرست کے لیے ملاحظہ ہو: غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر: ''پنجاب تحقیق کی روشنی میں'' لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء، ص: ۲۱۶ تا ۲۲۵

۳۷۔ جلد اول ۱۸۷۱ء میں شائع ہوئی۔ اردو نثر کی اس کتاب میں اسلامی تاریخ اور ادب کا خلاصہ نہایت سلیس اور شستہ اسلوب میں بیان کیا گیا ہے۔

۳۸۔ یہ وہی کتاب ہے جس کا ذکر فائض المعانی والبیان یا فائز المعانی والبیان کے نام سے ملتا ہے

۳۹۔ اشفاق انور: (مترجم) ''انجمن پنجاب کے مقاصد اور قواعد'' (پہلی قسط) مشمولہ ''صحیفہ'' شمارہ ۴۰، جولائی ۱۹۶۷ء، ص: ۹۵

۴۰۔ صفیہ بانو، ڈاکٹر: ''انجمن پنجاب تاریخ و خدمات'' ص: ۴۰۴

۴۱۔ ملاحظہ ہو ''انجمن پنجاب'' آخری قسط) مترجم اشفاق انور، مشمولہ ''صحیفہ''، جولائی ۱۹۶۸ء، ص: ۵۹

۴۲۔ انور سدید، ڈاکٹر: ''اردو ادب کی تحریکیں'' کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، اشاعت سوم، ۱۹۹۶ء

رسالہ انجمن پنجاب

۴۳۔ گارساں دتاسی اسے ''رسالہ انجمن لاہور'' کے نام سے یاد کرتا ہے (ملاحظہ ہو خطبہ، ۷ دسمبر ۱۸۶۸ء)

۴۴۔ یکم اپریل ۱۸۷۰ء کو رسالہ کی جگہ انجمن پنجاب نے ہفت روزہ ''ہمارے پنجاب'' مولانا محمد حسین آزاد کی ادارت میں جاری کیا۔ ایک سال بعد ۱۸۷۱ء میں ''ہمارے پنجاب'' کی جگہ ''اخبار انجمن پنجاب'' کا اجراء ہوا۔ محمد حسین آزاد کے علاوہ پیرزادہ محمد حسین، سید محمد لطیف اور منشی نثار علی شہرت اس کی ادارت پر مامور رہے۔

۴۵۔ محمد حنیف شاہد: (مرتب) ''اصلیت زبان اردو'' (مقالہ) مشمولہ ''پاکستان میں اردو'' (چوتھی جلد)، ص: ۵۰

۴۶۔ آغا محمد باقر: ''مرحوم انجمن پنجاب'' مشمولہ ''مقالات منتخبہ اورینٹل کالج میگزین'' ص: ۱۶۲۔۱۶۳

۴۷۔ ۱۸۶۸ء تک ''رسالہ انجمن پنجاب'' کے ۳۲ نمبر شائع ہو چکے تھے۔

۴۸۔ فہرست مضامین کے لیے آغا محمد باقر کا مضمون ''مرحوم انجمن پنجاب'' مشمولہ ''مقالات منتخبہ اورینٹل کالج میگزین'' ص: ۱۶۴ تا

۱۶۶ ملاحظہ ہو۔

۴۹۔ عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر: ''کاروانِ صحافت'' کراچی ''انجمن ترقی اردو''، ۱۹۶۴ء، ص: ۱۷

۵۰۔ مسکین حجازی، ڈاکٹر: ''پنجاب میں اردو صحافت'' لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، مئی ۱۹۹۵ء، ص: ۱۵۹

۵۱۔ ایضاً، ص: ۱۶۳

۵۲۔ ایضاً، ص: ۱۶۴

۵۳۔ عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر: ''صحافت پاکستان و ہند میں''، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء، ص: ۲۵۵

۵۴۔ خواجہ عبدالوحید: ''جائزہ زبان اردو (پنجاب)''، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۵ء، ص: ۱۲۴-۱۲۵

۵۵۔ گارساں دتاسی: ''مقالات گارساں دتاسی'' (جلد اول) ص: ۱۶۴

۵۶۔ ایضاً، ص: ۲۳۱

۵۷۔ مسکین حجازی، ڈاکٹر: ''پنجاب میں اردو صحافت'' ص: ۲۳۱

۵۸۔ امداد صابری: ''اردو کے اخبار نویس (جلد اول)'' ص: ۳۵۴

۵۹۔ ۵ جون ۱۸۷۴ء کے اخبار انجمن پنجاب میں مضمون ''اردو کی جوانی یا زندگی'' ملاحظہ ہو۔

۶۰۔ ۵ جنوری ۱۸۷۳ء کا اخبار انجمن پنجاب ملاحظہ ہو۔

۶۱۔ ۸ مئی ۱۸۷۴ء کا اخبار انجمن پنجاب ملاحظہ ہو۔

۶۲۔ مثلاً نقش نگاری پر پنڈت کشن لال کا مضمون ''مقیاس نقش'' دو اقساط میں بالترتیب ۲۱ فروری اور ۲۰ فروری ۱۸۷۴ء شائع ہوا۔

۶۳۔ عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر: ''صحافت پاکستان و ہند میں'' ص: ۲۵۶-۲۵۷

۶۴۔ صفیہ بانو، ڈاکٹر: ''انجمن پنجاب تاریخ و خدمات'' ص: ۱۶۵

۶۵۔ ایضاً، ص: ۴۰۸

۶۶۔ عطاالرحمٰن: ''پنجاب کی علمی و ادبی انجمنیں (انجمن مفید عام قصور)'' کراچی، نیو بجاز پریس، ۱۹۹۷ء، ص: ۱۱۰

۶۷۔ یہ فہرست ''جائزہ زبان اردو (پنجاب)'' مرتبہ خواجہ عبدالوحید، ''محمد حسین آزاد حیات و تصانیف'' مصنفہ ڈاکٹر اسلم فرخی اور ''پنجاب کی علمی و ادبی انجمنیں (انجمن مفید عام قصور)'' مصنفہ عطاالرحمٰن کے توسط سے تیار کی گئی ہے۔

۶۸۔ ان مضامین سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۸۷۴ء سے ۱۸۷۷ء تک آزاد نیرنگ خیال، آب حیات اور دربار اکبری جیسی تصانیف کا ڈول ڈال چکے تھے۔

۶۹۔ عطاءالرحمٰن: ''پنجاب کی علمی و ادبی انجمنیں'' ص: ۱۳۸

۷۰۔ نثر عاری زبان کے فعل اور نتیجہ کے امتیاز پر ایک نہایت بامحاورہ اور شستہ مضمون ہے۔

۷۱۔ ''نقوش'' لاہور نمبر، ص: ۹۲۳

۷۲۔ یہ فہرست ''صحیفہ'' شمارہ نمبر ۴۰ جولائی ۱۹۶۷ء کے صفحہ نمبر ۸۸ تا ۹۲ سے لی گئی ہے۔

۷۳۔ گارساں دتاسی کے خطبہ ۷ دسمبر ۱۸۶۸ء سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی روایت کی پیروی میں لاہور میں انوکھی اور دلچسپ انجمن ''انجمن حیوانات'' بھی قائم ہوئی جس کا مقصد یہ تھا کہ دنیا کے مختلف ممالک کے حیوانات کے نمونے جمع کیے جائیں اور ان کے خصائل و عادات کا مقابلہ اور تحقیق کی جائے۔

۷۴۔ انجمن پنجاب کے قیام کے بعد ہندوستان بھر میں اس کی ذیلی شاخیں قائم ہوئیں جن میں ''اسلامی انجمن'' اجمیر، ''انجمن اسلامیہ'' ہوشیار پور (پنجاب)، ''انجمن تہذیب'' کانپور، ''انجمن تہذیب'' بنگلور، دھرم سبھا، سناتن دھرم سماج، ''انجمن خیرخواہ ملک'' نور پور ضلع کانگڑہ، ''انجمن رفاہ عام'' قصبہ حاجی پور ضلع مظفر پور، ''انجمن تہذیب'' ضلع الہ آباد، ''انجمن فلاح اسلام'' سہاگ پور ضلع ہوشنگ آباد وغیرہ شامل تھیں۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مقالات گارساں دتاسی) جبکہ پنجاب اور سرحد کے بڑے شہروں میں یہ انجمن قائم ہوئیں۔ ''انجمن فیضان عام'' گوجرانوالہ (۱۸۶۶ء)، ''مجلس اخلاقیہ امرتسر'' امرتسر، اس کا رسالہ ''مجلس اخلاقیہ'' نکلتا تھا۔ ''انجمن پشاور'' پشاور نے اپنا اخبار ''انجمن پشاور'' جاری کیا، ''انجمن ہزارہ'' (۱۸۷۹ء) ہزارہ میں قائم ہوئی۔ امرتسر ہی میں ایک اور ''انجمن ہمدردی اسلامیہ امرتسر'' (۱۸۸۰ء) میں قائم ہوئی اور ماہوار رسالہ ''اشاعت السنّت'' جاری کیا۔ (ملاحظہ ہو جائزہ زبان اردو (پنجاب))

۷۵۔ اس کے لیے ''اخبار انجمن پنجاب'' کی ۴ اپریل ۱۸۷۳ء، ۱۳ اگست ۱۸۷۳ء، ۱۲ اکتوبر ۱۸۷۳ء کی اشاعتیں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

۷۶۔ تفصیلات کے لیے مقالہ ہٰذا میں ''رسالہ انجمن پنجاب'' کا حصہ ملاحظہ ہو۔

۷۷۔ انجمن ہمدرد اسلامیہ لاہور کے اراکین کی فہرست کے لیے ملاحظہ ہو مضمون ''انجمن پنجاب'' مشمولہ ''صحیفہ'' جنوری ۱۹۶۸ء

۷۸۔ محمد حنیف شاہد: ''اقبال اور انجمن حمایت اسلام'' لاہور، کتب خانہ انجمن حمایت اسلام، جولائی ۱۹۷۶ء، ص: ۴۳

۷۹۔ ان کی بابت ملاحظہ ہو دتاسی کا مقالہ ''ہندوستان زبان و ادب ۱۸۷۳ء''

۸۰۔ ایضاً

۸۱۔ اسے انجمن پنجاب کی معاونت حاصل تھی۔ اس انجمن کے خاص کارپرداز منشی بہاری لال تھے۔ اس سبھا کا مقصد ہندوؤں کی مذہبی اصلاح کے ساتھ علمی و ادبی ترقی پر زور دینا تھا۔ ست سبھا کے اراکین کی فہرست کے لیے ملاحظہ ہو مضمون ''انجمن پنجاب'' مشمولہ صحیفہ جنوری ۱۹۶۸ء

۸۲۔ اسے بھی انجمن پنجاب کی معاونت حاصل تھی اس کے اراکین کی فہرست کے لیے بھی مضمون ''انجمن پنجاب'' مشمولہ صحیفہ جنوری ۱۹۶۸ء ملاحظہ ہو۔

۸۳۔ حکیم احمد شجاع (لاہور کا چیلسی، ص ۴۲) اس بزم کی بنا کا سن ۱۸۸۵ء تحریر کرتے ہیں بعد ازاں اسی کتاب کے صفحہ ۷۱ پر ۱۸۹۵ء لکھتے ہیں جبکہ ڈاکٹر ممتاز گوہر (پنجاب میں اردو ادب کا ارتقاء، ص ۲۰۴) اور رانا سہیل اپنے ایم فل کے مقالہ (غیر مطبوعہ) ''لاہور کی ادبی مجالس بیسویں صدی میں قیام پاکستان تک'' میں اس بزم مشاعرہ کی بنا ۱۸۹۰ء قرار دیتے ہیں۔

۸۴۔ یہ لٹریری کلب نامور ادباء اور شعراء کا مسکن تھی جنہوں نے لاہور میں علمی و ادبی فضا کو پروان چڑھانے اہم کردار ادا کیا۔

۸۵۔ خان احمد حسین خان کی قائم کردہ یہ بھی بزم مشاعرہ ہی تھی لیکن ۱۹۰۲ء میں مضامین پڑھنے کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا۔ جس میں خان احمد حسین خان نے اپنا مضمون ''تہذیب نسواں'' پڑھا اور اسی موضوع پر مولوی سید ممتاز علی نے لیکچر بھی دیا۔

۸۶۔ انجمن مشاعرہ تھی۔ مشاعروں میں پڑھا جانے والا کلام انجمن کے ماہنامہ رسالہ ''سخن'' میں شائع ہوتا۔

۸۷۔ یہ انجمن چند مدارس کی تنظیم تھی جس میں دینی تعلیم اردو زبان میں دی جاتی تھی۔

۸۸۔ اس انجمن کے مہتمم مولوی احمد علی تھے اس انجمن کے ذمہ اسلامی عقائد سے متعلق اردو رسائل طبع کرنا تھا۔